(دو اہم سوالوں کے جوابات)

تالیف

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ

تصدیر

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اِمامت کے اہل کون؟

(دو اہم سوالوں کے جوابات)

تالیف

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

تصدیر

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ نامِ کتاب: اِمامت کے اہل کون؟

(دواہم سوالوں کے جوابات)

❖ تالیف: علّامہ سیّد ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

❖ تقدیم: فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

❖ تصدیر: فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

❖ کمپوزنگ: ابو محمد شاہد ستار

❖ طبع اول: ماہِ صفر ۱۴۲۹ھ ، فروری ۲۰۰۸ء

❖ تعداد: ۳۰۰۰

❖ ناشر: توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

ھندوستان میں ملنے کے پتے

1-چارمینار بک سنٹر

چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰ ۰۵۱

2-دار التوعية

اسلامی سی۔ڈیز، کیسٹس اور بک ہاؤس۔

نمبر:۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ

فون:۰۸۰۔۲۵۵۴۹۸۰۴

شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰۰۵۱

1-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
2.Darul Taueyah
Islamic Cassettes,Cds & Books
House,
Door# 7,Ist Cross
Charminar Masjid Road
SivajiNagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804

Emailto: tawheed_pbs@hotmail.co

فہرستِ مضامین

شمار نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

تصدیر

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ،وَأَشْهَدُ أَنْ لَّاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.اَمَّابَعْدُ!

قارئینِ کرام !السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

زیرِ نظر کتاب دو رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے ہر ایک میں ایک انتہائی اہم سوال کا مفصل ومدلل جواب مذکور ہے۔ان دونوں سوالوں کا تعلق ایک انتہائی حسّاس موضوع سے ہے اور وہ موضوع ہے ''معیارِ امامت'' کہ نماز کی امامت کروانے والے امام میں کون کون سی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟ وہ کس عقیدہ کا مالک ہو؟ وہ کن صفات سے متصف ہو؟ وہ کس علمی واخلاقی معیار پر پورا اترتا ہو؟ اور وہ دینداری وامانتداری کے کس مقام پر فائز ہو؟ غرض ''اہلیتِ امامت'' قدرے طویل موضوع ہے البتہ اسکا ایک انتہائی اہم اور بنیادی پہلو''صحتِ عقیدہ'' ہے،جس پر اس کتاب میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

جبکہ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں پڑھی پڑھائی جانے والی فقہی کتب میں عموماً امامت کے معیار وشرائط کے بارے میں بعض باتیں ایسی بھی ذکر کی گئی ہیں جنکا نہ صرف یہ کہ شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ وہ انتہائی ناگفتہ بہ وشرمناک بھی ہیں ہم ان کی تفصیل میں تو نہیں جائیں گے البتہ اشارہ کئے بغیر گزر جانے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ ایسی کوئی شرمناک بات تھی تو ذکر کیوں نہ کی لہٰذا اس غلط فہمی کے سدّ باب کیلئے اپنے نفیس طبع وسلیم فطرت قارئین سے معذرت کے ساتھ چند جملے لکھنے کی جسارت کریں گے مثلاً:

① فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''درمختار'' ج۱،ص۸۲ پر امامت کی بنیادی شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

(ثم الاحسن زوجةً)

''پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکی بیوی بہت زیادہ حسین وخوبصورت ہو۔''

② اُسی کتاب کے اُسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے:

(ثم اصبحهم أى اسمحهم وجهاً)

''پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔''

③ اسی جگہ کے مذکورہ مقام پر ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے:

(ثم الاكبر راساً والأصغر عضواً)

''پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکا سر بہت بڑا اور ''عضو'' بہت چھوٹا ہو''۔

اور حاشیۃ الطحاوی،ص۱۶۴اور شرح مراقی الفلاح مصری، ج۱ص۱۷۵پر لکھا ہے:

(فسره بعض المشائخ بالا صغر ذكراً لان كبره الفاحش يدل غالباً على دناء ة الاصل)

''بعض مشائخ نے چھوٹے عضو کی تفسیر چھوٹے ذَکر (عضوِ تناسل) سے کی ہے کیونکہ اسکا بہت بڑا ہونا عموماً اس آدمی کے ذلیل الاصل ہونے کی دلیل وعلامت ہوتی ہے''۔

قارئینِ کرام! یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ طہارت وامامت، نماز وروزہ اور حج وغیرہ بکثرت مقامات پر ایسے مسائل ملتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھیئے مترجم تفسیر ابن کثیر (اردو) مولانا محمد ابراہیم جونا گڑھیؒ کی کتاب ''سیفِ محمدی'' وغیرہ۔

زیرِ نظر کتاب دو کبار علماءِ حدیث کے رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے پہلا رسالہ حضرۃ العلاّم سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کا اور دوسرا رسالہ علاّمہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا ہے اور یہ دونوں معروف اہلِ علم و بصیرت ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

ان دونوں رسالوں کے مجموعے کو ایک نئے عنوان کے تحت ''توحید پبلیکیشنز، بنگلور'' کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ قارئینِ کرام اس نئے انداز کو پسند فرمائیں گے۔ ہم نے ان دونوں رسالوں کو اس نئے انداز میں پیش کرتے وقت قرآنِ کریم کی طرح ہی احادیثِ رسول ﷺ کے مکمل اعراب، بعض تخریجات، جدید طرزِ طباعت کیلئے ضروری اشارات وتزئینات اور حوالوں کے اضافوں وغیرہ امور کا بھی اہتمام کیا ہے جو اصل مطبوعہ رسالوں کے قارئین بآسانی محسوس کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ مؤلفین، اصحابِ تقدیم وتصدیر اور اس کتاب کی طباعت میں کسی بھی قسم کا تعاون کرنے والے تمام حضرات کو ثوابِ دارین سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

مترجم شرعی کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون مراکز دعوت وارشاد

الخبر، الظہران، الدمام (سعودی عرب)

الخبر۔ سعودی عرب

۱۴/۱/۱۴۲۹ھ

۲۳/۱/۲۰۰۸ء

پہلا رسالہ

امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیئے

تالیف

علّامہ سیّد ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّابَعْدُ!

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

زیرِ نظر رسالے کا موضوع یہ ہے کہ:

''حنفی مذہب رکھنے والوں کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی''

کیونکہ ان کے عقائد میں بے پناہ اضطراب پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عقیدہ کا صحیح ودرست ہونا دینِ اسلام کا اوّلین فریضہ اور سب سے اہم تقاضا ہے۔ صحتِ اعتقاد پر ہی تمام اعمال کی درستگی اور قبولیت کا انحصار ہے۔ عقیدہ کا مرکز انسان کا دل ہے جبکہ اعمال کا تعلق بقیہ انسانی اعضاء سے ہے...... چنانچہ ایک حدیث میں دل اور دیگر اعضاءِ انسانی کے باہمی تعلق کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((... أَلَا وَ إِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ، وَإِذَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ، أَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ)) [1]

''(پس ان سے بچو اور) سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث: ۵۲، صحیح مسلم، کتاب القدر، سنن اربعہ۔ صحیح الجامع الصغیر: ۳۱۹۳

اس حدیث کی سب سے صریح دلالت یہی ہے کہ دل کی درستگی یعنی صحتِ اعتقاد پر، تمام بدن کی درستگی یعنی تمام اعمال کی مقبولیت موقوف ومنحصر ہے۔ جبکہ دل کی خرابی یعنی فسادِ عقیدہ سے تمام جسم یعنی تمام اعمال کا فساد لازم آتا ہے۔ اسی لیۓ قرآنِ حکیم میں منافقین کے تمام (بہ ظاہر) اعمالِ صالحہ کی نامقبولیت کو ان کے دلی اضطراب یعنی فسادِ عقیدہ پر مرتب کیا گیا ہے۔ ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ صحتِ عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ''حقائق شرعیہ ثابتہ'' کے متعلق وہی فکر ہو جو قرآن وحدیث نے پیش کی ہے اور وہی منشا ومراد ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔ کسی مقام پر اس سے سرمُو انحراف کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد واضح ہو کہ حنفی مذہب رکھنے والوں کے بہت سے معتقدات ایسے ہیں جو قرآن وحدیث اور فکرِ سلف (صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ) کے خلاف ہیں۔

چنانچہ زیرِ نظر رسالہ میں ان کے ایسے بہت سے عقائد کو انہی کی مستند ومتداول (مروّج) کتب کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ تمام عقائد کتاب وسنّت کے خلاف ہیں۔ زیرِ مطالعہ رسالہ میں جن جن عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

① حنفی مذہب رکھنے والے، صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کرنا روا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کتب کے حوالوں سے بتایا گیا ہے کہ وہ ''استواء علی العرش'' کو غلبہ اور استیلاء کے معنیٰ میں لیتے ہیں۔ ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کو بلندئ مرتبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ صفاتِ باری تعالیٰ پر مشتمل تمام آیاتِ قرآنی متشابہات کے دائرہ میں آتی ہیں۔ جن پر بلا کیف (کیفیت کی بحث میں پڑے بغیر) ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ایمان جو ہر قسم کی تاویل، تشبیہ یا تعطیل وغیرہ سے بالکل پاک اور مُبرّا ہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی نشانی قرار دیا اور اس فکر کے حامل افراد کو ''راسخین فی العلم''

کہا۔جبکہ تاویلین کرنے والوں کو''اھلِ زیغ ''میں شمار کیا گیا ہے۔جن کے دل ٹیڑھے اور منحرف ومضطرب ہوتے ہیں۔ ①

اسی بحث کے ضمن میں بعض اکابر احناف کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ وہ ''نظریۂ وحدت الوجود'' کے قائل ہیں اور اس نظریہ کو اپنانے میں اللہ تعالیٰ کی جتنی توہین لازم آتی ہے وہ شاید ہی کسی دوسرے نظریہ میں پائی جاتی ہو۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً.

② حنفی مذہب رکھنے والے قرآنِ پاک کو کلام اللہ نہیں مانتے بلکہ ایسا کلام مانتے ہیں جو اللہ کے کلام پر دال ہے۔چنانچہ ان کے اسی نظریہ کے متعلق شرح عقائد نسفیہ سے متعدد نقول پیش کی گئی ہیں۔بلکہ اس عقیدۂ فاسدہ کی بنیاد پر ایک اور عقیدۂ فاسدہ تراش لیا گیا اور وہ یہ کہ ''جب یہ قرآن اصل قرآن کا مفہوم ہے تو پھر کسی دوسری زبان میں اسکا مفہوم بھی قرآن ہی ہوگا لہٰذا عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔''

③ حنفی مذہب رکھنے والے''توسل بالذوات ''کے قائل ہیں۔اس ضمن میں رسالہ ھٰذا میں بعض ایسے اشعار نقل کیۓ گیۓ ہیں جو اکابرینِ احناف مثلاً علاّمہ اشرف علی تھانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ نے کہے ہیں اور ان میں صریح شرک پایا جاتا ہے۔

④ حنفی مذہب رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کو ابدی زندگی کے ساتھ (زندہ) متصف کرتے ہیں۔چنانچہ وہ آپ ﷺ کو قبرِ مبارک میں زندہ مانتے ہیں اور زندگی بھی دنیوی، برزخی نہیں، حالانکہ ہمیشہ زندہ رہنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی اس صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

⑤ ایمان کے متعلق احناف کا نظریہ صریح کتاب وسنّت کے خلاف ہے۔چنانچہ وہ ایمان کی زیادتی وکمی کے قائل ہیں۔حالانکہ قرآنِ پاک میں بیشتر مقامات پر بعض اعمال کو

① دیکھئے سورۂ آل عمران آیت:۷

زیادتیٔ ایمان کا موجب قرار دیا گیا ہے۔

⑥ اسی طرح وہ اعمال کو ایمان کا جزء نہیں مانتے، بلکہ ان کے ہاں ''ایمان صرف زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کا نام ہے۔''

یہاں ذرا سا غور کیجئے کہ جب اعمال کو وہ ایمان میں داخل ہی نہیں سمجھتے تو نماز بھی (ایک) عمل ہے، لہٰذا جب وہ نماز کو ایمان کا جزء ماننے پر تیار نہیں تو پھر (اہلحدیث کی) نماز ان کی اقتداء میں کیونکر معتبر ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بطورِ خاص نماز کو ایمان کہا ہے۔ اسی طرح قرآن واحادیث میں ترکِ نماز کو کفر وشرک سے تعبیر کیا گیا ہے، تو پھر نماز کے ایمان ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ لہٰذا جب نماز کے مسئلہ میں ان کی بنیاد ہی غلط ہے تو پھر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا چہ معنیٰ دارد؟

قارئینِ کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف کے بہت سے عقائد انتہائی انحراف واضطراب کا شکار ہیں۔ لہٰذا ''مخل فی العقیدہ'' امام کی اقتداء کیسے درست ہوسکتی ہے؟

مسئلہ زیرِ بحث پر ایک اور پہلو سے بھی گفتگو ہوسکتی ہے اور وہ ''تقلیدِ شخصی'' کی وہ صورت ہے جو ہمارے مما لک میں عمومی طور پر خاص وعام پر مسلّط ہے الّا ماشاءاللہ۔

چنانچہ ''تقلیدِ جامد'' عقیدہ کا بہت بڑا انحراف ہے اور شرک کی حدود میں داخل ہوجاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے ظاہر وبیّن احکام پر اپنے امام کے قول کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہوتی ہے:

جامع ترمذی کے ساتھ ''التقریر للترمذی'' کے نام سے ایک رسالہ چھپا ہوا ہے جو مولانا محمود الحسن دیوبندی کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ''خیارِ مجلس'' پر بحث کرتے ہوئے موصوف نے شوافع کے ساتھ اپنا اختلاف نقل کیا ہے۔ پھر مذہبِ شوافع کے

استدلال میں بعض احادیث بھی نقل کی ہیں، اس کے بعد اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا ہے:

[الحق و الانصاف ان الترجیح للشافعی فی ھذہ المسألة و نحن مقلدین یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفه]

''حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعیؒ (کے موقف) کو حاصل ہے اور ہم چونکہ مقلد ہیں لہٰذا ہم پر تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے۔''

قارئینِ کرام! یہاں پر ''تقلیدِ جامد'' کا اسلوب ملاحظہ فرمائیں، پہلے حق کی تعیین خود فرما رہے ہیں اور پھر محض تقلید کی وجہ سے خلافِ حق یعنی باطل کو اختیار کر رہے ہیں۔ یہ انتہائی قابلِ مذمت جمود ہے، کیونکہ پہلے حق کا اعتراف کیا گیا ہے جبکہ اعترافِ حق کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت اور حکم کچھ اور ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ اس کے برخلاف ہے۔ لہٰذا ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نہیں بلکہ اپنے امام کی مانیں گے۔

نیز اس عبارت سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے نزاع کے موقع پر تقلیدِ امام ضروری ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات یعنی حق کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

اب آپ انصاف سے بتائیے کہ اس قسم کی روش اللہ کی شریعت میں دخل اندازی اور اس کے حکم میں شراکت کے مترادف نہیں؟ یقیناً یہ ''**شرک فی الحکم**'' ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يُشْرِكُ فِىْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴾ ①

''اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔''

نیز فرمایا:

① سورۂ کہف آیت:۲۶

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ①

”اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔“

نیز فرمایا:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً﴾ ②

”ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“

قارئینِ کرام! جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، معبودِ برحق ہے اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت شرک ہے۔ ویسے ہی وہ ذات وحدہٗ لاشریک، شارع وحاکم ہے۔ اس کے سوا دوسروں کی اطاعت شرک ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلا شرک، شرک فی العبادۃ ہے جبکہ دوسرا شرک، شرک فی الاطاعۃ ہے۔ البتہ (شرعی امور میں) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے کیونکہ ان کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوئی جدا چیز نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰه﴾ ③

”جس نے رسول کی اطاعت کی تو حقیقتاً اس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی۔“

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهُ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّداً فَقَدْ عَصَى اللّٰهُ)) ④

”جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

① سورۃ النسآء آیت:۵۹
② سورۃ المائدہ آیت:۴۸
③ سورۃ النسآء آیت:۸۰
④ صحیح بخاری:۷۲۸۱

قارئینِ کرام! تقلیدِ شخصی کے شرک ہونے پر قرآنِ حکیم کی مندرجہ ذیل آیت انتہائی قابلِ غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهاً وَّاحِداً﴾ ①

(سورة التوبه: ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔''

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ اہلِ کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنایا ہوا تھا، حالانکہ اللہ کا فرمان یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور ان کا اپنے علماء کو رب بنانے کا معنیٰ یہ بھی نہیں کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، یا ان کے نام کا (جانور) ذبح کرتے تھے یا انہیں سجدہ کرتے تھے، بلکہ رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں اپنے علماء کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

((اَمَّا اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئاً اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئاً حَرَّمُوْهُ)) ②

''وہ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جب ان کے علماء ان کے لیئے کسی چیز کو حلال کرتے تو اسے حلال مان لیتے تھے اور اگر کسی چیز کو حرام کرتے تو اسے حرام مان لیتے تھے۔''

گویا ہر معاملہ میں علماء کی اطاعت اور ان کے (اپنی طرف سے) حلال و حرام کردہ کو حلال و حرام قبول کرنا ہی انہیں رب بنانا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ شرک ہے۔

① سورۂ توبہ آیت: ۳۱ ② ترمذی

صحابیٔ رسول ﷺ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: ''کیا اہلِ کتاب نے اپنے احبار ورہبان کی عبادت کی تھی؟ فرمایا: نہیں بلکہ ان کے حرام کردہ کو حرام مانتے تھے اور ان کے حلال کردہ کو حلال مانتے تھے۔ اسی چیز کو اللہ نے عبادت قرار دیا اور اسی قبیح حرکت کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا کہ ''انہوں نے اپنے علماء کو اپنا رب مان لیا ہے۔''

امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے تحت فرمایا ہے:

[جعلوا احبارهم ورهبانهم كالا رباب حيث اطاعوهم في كل شيئ] ①

''انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب کا درجہ دے دیا تھا کیونکہ انہوں نے ہر بات میں ان کی اطاعت کی تھی۔''

افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی تقلیدِ جامد کی یہی صورت کارفرما ہے اور پورے دین کی عمارت ایک امام پر قائم کردی ہے اور تمام احکام میں صرف ان کا (یعنی ان سے منسوب) فتویٰ اور قول قبول کیا جاتا ہے۔

یہ جمود، عقیدہ کا زبردست انحراف ہے۔ خود تمام آئمہ کرام رحمہم اللہ اس جمود سے بریٔ ہیں۔ لہٰذا جن آئمہ مساجد کی یہ روش ہو ان کی اقتداء کیسے درست ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاحِ عقیدہ کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب وسنّت کی سچی محبت عطا فرمائے۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی محمد وعلٰی آله وصحبه واهل اطاعته اجمعین.

وکتبہ/عبداللہ ناصر رحمانی

امیر جمعیۃ اہلحدیث صوبہ سندھ

---

① تفسیر قرطبی جلد ۸ ص ۱۲۰

پہلا رسالہ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ. اَمَّا بَعۡدُ

سوال

حنفی مذہب رکھنے والوں کے پیچھے یعنی ان کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

بینوا بالبرهان،توجبوا الاجر من اللّٰه المنان

جواب

وباللّٰه تعالٰی التوفیق: عقائدِ حنفیہ میں چند ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جو کہ ان کی اقتداء سے مانع ہیں:

① اولاً: (عقیدہ کی پہلی خامی)

صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کو برقرار رکھنا اور درست سمجھنا:

علاّمہ خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب ''المهند علی المفند'' جو کہ عقائدِ علماءِ دیوبند کا مجموعہ ہے اور اس پر مشہور اور اکابر علماءِ دیوبندی کی تصدیقیں موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند علاّمہ محمود الحسن، علامہ امیر حسن امروہوی۔ علاّمہ اشرف علی تھانوی اور علاّمہ کفایت اللہ وغیرھم۔ اس کے صفحہ نمبر (۱۰) پر ہے کہ:

''اور ہمارے اماموں نے آیات میں جو صحیح لغت اور شرح کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں۔ مثلاً: استویٰ۔ اس سے مراد غلبہ ہوا اور ہاتھ سے قدرت۔ یہ بھی بات نزدیک ان کے حق ہے۔''

اس قسم کی تاویلیں عقیدۂ سلفِ صالحین کے خلاف ہیں بلکہ قرآن وحدیث کے متعدد احکام کے بھی منافی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوبکر اسماعیل فرماتے ہیں کہ:

[اعلموا رحمکم اللّٰہ ان مذاھب اھل الحدیث اھل السنة والجماعة الاقرار باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله وقبول ما نطق به کتاب اللّٰہ وما صحت به الروایة عن رسول اللّٰہ ﷺ لا معدل عماورد به. یعتقدون ان اللّٰہ تعالیٰ مدعو باسمائه الحسنیٰ موصوف بصفاته التی وصف بها نفسه ووصف بها نبیه خلق آدم بیده ویداہ مبسوطتان بلا اعتقاد کیف واستویٰ علی العرش ولم یذکر کیف کان استواؤہ علی العرش][1]

"سمجھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، بیشک اہلحدیث جو کہ (صحیح معنوں میں) اہلِ سنّت والجماعت ہیں ان کے مذاہب یہ ہیں:

"اللہ تعالیٰ (کے موجود ہونے) کا اقرار کرنا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں (کے برحق ہونے) کا اقرار کرنا، جو چیز یا بات اللہ کی کتاب بتائے اور جو چیز نبیٔ کریم ﷺ سے صحیح مروی ہو اس کو قبول کرنا۔" (چونکہ) جو بات صحیح روایت سے ثابت ہو اس سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔ اہلِ حدیث کا اعتقاد ہے کہ بلاشک اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہے جو صفتیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے بیان کی ہیں۔ نیز نبیٔ کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو جن صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس کے دونوں ہاتھ فراخ اور کھلے ہیں۔ لہٰذا اللہ کیلئے ہاتھ ہونے پر بغیر کیفیت وتصور کے اعتقاد اور ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے پر ایمان لانا بغیر کیفیت کے، جیسے اس کی ذات کو لائق

---

① کذا فی کتاب العلو للعلی الغفار للحافظ الذهبی، ص ۱۴۵ الهندی

ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور اپنے مستوی ہونے کی کیفیت ذکر نہیں کی''۔

ثابت ہوا کہ احناف کی تاویلیں اجماعِ سلف کے خلاف ہیں اور سلفِ صالحین کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

امام بیہقی کتاب ''الاسماء والصفات'' صفحہ ۳۹۱ طبع الہند میں امام اوزاعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

[كنا والتابعون متوافرون نقول: ان الله تعالىٰ ذكره فوق عرشه ونؤمن بماوردت السنة به من صفاته جل وعلا......] ①

''ہم کثیر تابعین کی موجودگی میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اُن تمام صفات پر ہمارا ایمان ہے جو بھی سنّت سے ثابت ہیں۔''

حافظ ابوعبداللہ بطہ کتاب ''الابانۃ'' میں فرماتے ہیں کہ:

[اجمع المسلمين من الصحابة والتابعين ان الله على عرشه فوق سمٰواته بائن من خلقه] ②

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر آسمانوں پر اپنی مخلوق سے بالکل الگ تھلگ ہے۔''

اسی طرح آئمہ دین ابواسماعیل انصاری، عبدالرحمٰن بن حاتم، ابونصر السجزی، ابوالحسن اشعری، ابوعمر الطلمنکی، ابونعیم اصفہانی اور ابوبکر اسماعیل الصابونی نے بھی سلف کا اجماع نقل کیا ہے۔ ③

① کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، ص ۳۹۱
② كتاب الابانة
③ كمافي العلو للذهبي

اورامام حاکم کی ''معرفۃ علوم الحدیث'' (صفحہ ۸۴) میں امام ابن خزیمہ سے منقول ہے:

[من لم یقر بأن اللہ تعالٰی علٰی عرشه قد استویٰ فوق سمٰواته فهو کافر بربه یستتاب فان تاب والا ضربت عنقه والقی علی بعض المزابل حیث لا یتأذی المسلمون والمعاهدون بنتن ریح جیفته وکان ماله فیئاً لا یرثه احد من المسلمین اذا المسلم لا یرث الکافر کما قاله ﷺ......] ①

''فرماتے ہیں: جوشخص آسمانوں کے اوپر اللہ تعالٰی کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا اقرار نہ کرے، وہ اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔اس کو توبہ کی تلقین کی جائے۔اگر توبہ کرے تو بہتر، ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے اوراس کو گندگی کے ڈھیڑ پر پھینک دیا جائے تاکہ مسلمان اور ذمی لوگ اس کی لاش کی بدبو سے تکلیف نہ پائیں (اس کا یہ حال بطورِ نصیحت ہوگا) کوئی مسلمان اس کا وارث نہیں ہوسکتا، کیونکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ''کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوسکتا''۔ ②

مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''توحیدِ خالص'' دیکھنی چاہیئے۔

اور دوسری طرف علماء حنفیہ کی معتبر تفسیر جس کے مصنّف علّامہ ابو البرکات النسفی ہیں۔جنہیں مجتہد فی المذہب شمار کیا گیاہے۔ ③

موصوف اپنی تفسیر ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' میں ہر جگہ استویٰ کا معنیٰ استیلاء کرتے ہیں اورایک جگہ لکھتے ہیں:

① ''معرفة علوم الحدیث'' للحاکم، صفحہ ۸۴

② صحیحین وسنن اربعہ ومسند احمد۔صحیح الجامع الصغیر: ۷۶۸۵

③ کمافی التعلقات السنیة علی الفوائد البهیة للعلامه عبدالحئی لکهنوی، صفحه ۱۰۱

[﴿ثم استویٰ﴾ استولٰی ﴿علی العرش ﴾ اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحانه وتعالیٰ مستولیا علٰی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمها واعلاها وتفسیر العرش بالسریر والاستواء بالا ستقرار کما تقوله المشبهة باطل،لانه تعالیٰ کان قبل العرش والمکان،وهو الان کما کان لان التغیر من صفات الاکوان.] ①

''﴿ثم استویٰ ﴾ کا معنیٰ کرتے ہیں استولیٰ یعنی اللہ تعالیٰ غالب ہوا عرش پر۔ استیلاء یعنی غلبہ کی نسبت عرش کی طرف ہے اگر چہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوق پر غالب ہے۔ کیونکہ عرش تمام مخلوق سے بڑا اور اونچا ہے۔ عرش کا معنیٰ چار پائی یا تخت کرنا اور استویٰ کا معنیٰ استقرار (یعنی قرار پکڑنا) کرنا جیسا کہ فرقہ مشبہہ کا عقیدہ ہے، باطل ہے۔ کیونکہ ایک حالت سے دوسری کی طرف تغیر، ممکنات کی صفات سے ہے۔''

اور ملا علی قاری ''شرح فقہ الاکبر'' میں لکھتے ہیں:

(واما علوه تعالیٰ علی خلقه المستفاد من نحو قوله تعالیٰ ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ [الانعام:١٨] فعلو مکانة ومرتبة لا علو مکان کما هو مقرر عند اهل السنة والجماعة بل وسائر طوائف الاسلام من المعتزلة والخوارج وسائر اهل البدعة الاطائفة من المجسمة وجهلة من الحنابله القائلین بالجهة تعالیٰ اللّٰه عن ذلک علوا کبیراً.وقد اغرب الشارح حیث قال فی قوله تعالیٰ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِيْنُ ﴾[الشعراء:١٩٣]فی ذلک

① مدارک التنزیل، ج۲،ص۵۶

اثبات صفت العلو للّٰہ تعالیٰ انتھی وغرابتہ لا تخفیٰ اذ النزول والتنزیل تعدیتھا بعلیٰ،والمراد بنزولہ ھٰھنا من جھة السماء علٰی ان الکلام فی علوا لمکان علیٰ قلب الرسول ﷺولا نزاع فی ھٰذا المقام ولا یلزم من ذالک علوالمکان للملک العلام.واما قولہ:وکلام السلف فی اثبات صفة العلو کثیر جداً بعد ما ذکر بعض الأیات والاحادیث الدالة علیٰ صفة الفوقیة و نعت العلویة فسلّم الاانہ مؤول کلہ بعلو المکانة...... وھٰکذا نحوہ فی المسائرة لا بن ھمام مع شرح المسامرة.) ①

''اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر بلند ہونا، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (سورۂ الانعام:۱۸)

''اور وہ بلند اور غالب ہے اپنے بندوں پر''۔

اس سے مرتبہ کی بلندی مراد ہے۔نہ کہ کوئی مکان اور جگہ کے اعتبار سے بلندی مراد ہے۔اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔بلکہ اسلام کے باقی فرقوں معتزلہ، خوارج اور اہلِ بدعت کے نزدیک بھی یہی مراد ہے سوائے مجسمہ فرقے اور جاہل حنبلیوں کے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور بڑا ہے۔شارح کا اللہ تعالیٰ کے قول ''اتارا اس کو جبریلِ امین نے تیرے دل پر'' سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفتِ علو ثابت کرنا عجیب وغریب بات ہے جو کہ بالکل واضح ہے کیونکہ نزول اور تنزیل علو کا پتہ دیتے ہیں۔یہاں نزول سے مراد آسمان کی طرف سے اترنا ہے۔اس بنا پر کہ کلام، نبی کریم ﷺ کے دل سے کسی

① شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری، صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

بلند جگہ پر ہے۔اس مقام پر کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اس سے مالک الملک کا بلند مقام پر ہونا لازم نہیں آتا۔اس (شرح) کا اور سلف کا ان آیات اور احادیث سے جو کہ فوقیت کی صفت اور صفتِ علو پر دلالت کرنے والی ہیں، خدا تعالیٰ کیلئے صفتِ علو ثابت کرنا مسلم ہے، لیکن وہ مؤوّل ہے (یعنی تاویل کیا گیا ہے) کہ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں بلکہ اس سے مرتبہ اور شان کی بلندی مراد ہے۔ابن ہمام کی کتاب مسائرۃ مع شرحہ مسامرۃ کے صفحہ ۳۰ تا ۳۴ پر بھی اسی طرح کا ذکر ہوا ہے۔"

موجودہ احناف کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی ملفوظات معروف بہ "شمائمِ امدادیہ" سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔صفحہ ۳۸ پر ہے:

(بندہ قبلِ وجودِ خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ)

"بندہ اپنے وجود ظاہری سے پہلے خود ہی باطنی طور پر خدا تھا۔اب بندہ ہی خدائے ظاہر ہے۔"

دلیل میں پیش کیا ہے کہ (ایک حدیثِ قدسی میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

((کنت کنزا مخفیا ......))①

"میں پوشیدہ خزانہ تھا......" الخ

اور صفحہ ۵۹ پر ہے کہ فرمایا:

﴿إِنِّيٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۱۲)

"بے شک میں تیرا رب ہوں، پس اپنے جوتے اتار دو۔"

"جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی، سب انسانوں میں موجود ہے"۔②

---

① شمائم امدادیہ، ص ۳۸ ② حوالہ سابقہ، ص: ۵۹

اور صفحہ ۷۱ پر فرمایا:

”چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللّٰہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔“①

جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ......اَلْآيَةَ﴾

(سورۃ الزمر: ۵۳)

”فرمادیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔“

مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہی کے معنیٰ کا ہے۔ آگے فرمایا ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾

”تم اللہ کی رحمت سے مت ناامید ہو جاؤ۔“

اگر مرجع اس کا اللہ تعالیٰ ہوتا تو فرماتا: (من رحمتی) تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ②

اور صفحہ ۷۰ پر ہے:

”فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے۔ عورت آئینۂ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمالِ ایزدی ظاہر و نمایاں ہے۔“③

اور صفحہ ۱۰۰ پر ہے:

”میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے۔ آگبوٹ تباہی میں آگیا۔ حالتِ مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیتے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم

① شمائم امدادیہ، ص ۷۱ ② ایضاً، ص ۷۱ ③ ایضاً، ص ۷۰

کنارے پر لگ گیا۔فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم؟ فاعلِ حقیقی خداوندِ کریم ہے۔کیا عجب کہ صحیح ہو۔دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا ہوتا ہے۔''①

اور حاجی امداد اللہ ''ضیاء القلوب'' (صفحہ۲۲) میں لکھتے ہیں کہ مراقبہ وحدت ہمہ اوست اور ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ [الحدید:۳] ''اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتداء وانتہا میں وہی ہے''۔زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں۔اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے''۔ اور پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ دیگر مراقبات بہت ہیں جیسے:

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ [البقرہ:۱۱۵] اور ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾ [النسآء:۱] اور ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطاً﴾ [النسآء:۱۲۶] اور ﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ [الذّٰریٰت:۲۱]

''جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے۔خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے۔خدا ہر چیز کو احاطہ کیئے ہوئے ہے۔خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو''؟②

② ثانیاً: (عقیدہ کی دوسری خامی)

حنفیہ مابین الدفتین (جو چیز دو گتوں یا تختیوں کے درمیان ہے) قرآن کو کلام اللہ (اللہ کا کلام) نہیں مانتے۔''شرح عقائد النسفیہ'' حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔اس کے صفحات ۴۱ سے ۴۴ تک دیکھنا چاہیئے۔چند اقتباسات پیش کیئے جاتے ہیں:

(فنحن لا نقول بقدم الالفاظ والحروف وهم لا يقولون بحديث الكلام بل هو معنى قديم قائم بذات الله تعالىٰ يلفظ ويسمع بالنظم الدال عليه ويحفظ بالنظم المخيل ويكتب نقوش واشكال موضوعة لحروف الدالة عليه......فمعنى قوله تعالىٰ﴿ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ﴾[توبه: ٦]يسمع ما يدلك عليه

① ایضاً،ص۱۰۰ ② شمائم امدادیہ ایضاً،ص۱۰۰

کما یقال سمعت علم فلان فموسیٰ علیه السلام سمع صوتا دالا علی اللّٰه تعالیٰ لکن لما کان بلا واسطة الکتاب والملک خص باسم الکلیم......التحقیق ان کلام اللّٰه تعالیٰ اسم مشترک بین الکلام النفسی القدیم ومعنی الاضافة کون صفة له تعالیٰ و بین اللفظی الحادث المؤلف من السور والایات ومعنی الاضافة انه مخلوق اللّٰه تعالیٰ لیس من تالیفات المخلوقین.) ①

''ہم قرآن مجید کے الفاظ اور حروف کو قدیم نہیں مانتے اور وہ کلام کے حادث ہونے کے قائل نہیں ہیں...... بلکہ قرآن کا معنیٰ قدیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نظم کے ساتھ تلفظ کرتا ہے جو کہ اس قدیم معنیٰ پر دلالت کرنے والا ہے اسی نظم کو اللہ تعالیٰ سناتا ہے اسی خیالی تصوراتی نظم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے نقوش اور ان شکلوں کو لکھا جاتا ہے جو کہ ان حروف کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ جو حروف معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں...... پس اللہ تعالیٰ کے قول ﴿حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ﴾ [التوبہ:٦] کا معنیٰ ہے کہ ''یہاں تک کہ وہ الفاظ وغیرہ سنے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرتے ہیں''۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کا علم سنا...... لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی جو کہ اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنے والی تھی چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا سننا بغیر کتاب اور بغیر فرشتہ کے واسطے سے تھا۔ اسی لئے ''کلیم اللہ'' کا خاص لقب پایا...... تحقیق یہ ہے کہ کلام اللہ پر اطلاق بالاشتراک کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے۔ اس وقت کلام کی اضافت اللہ کی طرف اس معنیٰ میں ہے کہ کلام اللہ اللہ کی صفت ہے۔ اور کلام اللہ کا

① شرح عقائد النسفیہ، ص۴۱۔

اطلاق کلام لفظی پر بھی ہوتا ہے جو کہ حادث ہے۔اور سورتوں اور آیات سے مل کر بنتا ہے اس وقت کلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس معنیٰ میں ہے کہ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔اور مخلوقات کی تالیفات میں سے نہیں ہے۔''

یہ عقیدہ بھی سلف امت کے بالکل خلاف ہے۔چنانچہ ابوبکر الخلال کہتے ہیں:

(انبانی حرب الکرمانی ثنا اسحاق بن راهویه عن سفیان عن عمروبن دینار قال: ادرکت الناس منذ سبعین سنة اصحاب رسول اللّٰه ﷺ فمن دونهم یقولون اللّٰه خالق وما سواه مخلوق الا القرآن فانه کلام اللّٰه منه خرج والیه یعود وقد تواتر هذا عن ابن عیینة.) [1]

''مجھے حرب الکرمانی نے اسحٰق بن راہویہ کے واسطے سے خبر دی ہے کہ عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میں ستر سال سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے سنتا آیا ہوں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ قرآن کو چھوڑ کر باقی تمام کائنات مخلوق ہے کیونکہ قرآنِ مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔یہ بات ابن عیینہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔''

اور اس طریقہ کی بناء پر علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں نماز پڑھنی درست ہے۔اور اصل الفاظِ قرآنیہ کی بجائے ان کا ترجمہ پڑھا جائے تو کافی ہے۔کیونکہ بقول اس کے، کلام اللہ تو صرف لوحِ محفوظ میں ہے اور یہ تو اس کا مفہوم ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب ''ہدایہ'' صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

---

① **کتاب العلو للذهبی، ص ۱۳۰ الهندی**

(ولا بی حنفیة قوله تعالیٰ ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ [الشعراء: ١٩٦] ولم یکن فیھا بھذه اللغة ولھذا یجوز عند العجز الا أنه یصیر مسیئا لمخالفة السنة المتوارثة ویجوز بای لسان کان سَوَاءً الفارسیة ھو الصحیح لما تلونا والمعنی لایختلف باختلاف اللغات والخلاف فی الاعتداد ولا خلاف فی انه لا فساد.) ①

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ [الشعراء] ''تحقیق وہ یعنی قرآن پہلے صحیفوں میں ہے''۔کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن ان صحیفوں میں اس لغت کے ساتھ نہیں تھا۔اسی وجہ سے عذر کی بنا پر غیر عربی میں قرآن پڑھنا جائز ہے، اگرچہ سنّتِ متواترہ کی بنا پر مکروہ ہے۔اور فارسی سمیت ہر زبان میں قرآن پڑھنا جائز اور صحیح ہے۔جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے۔مقصد یہ ہے کہ لغات کے اختلاف سے معنیٰ میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔غیر عربی میں قرآن کی تلاوت کے معتبر ہونے میں صرف اختلاف ہے۔غیر عربی میں کتاب (قرآن) کو پڑھنے سے معنیٰ فاسد نہیں ہوتا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

اور ''کفایہ شرح الہدایہ'' علی ھامش فتح القدیر (ص ۲۰۰ ج ۱) میں ہے:

(وصفه بکونه فی زبر الاولین ولم یکن القرآن بنظم فیھا لا محالة فتعین ان یکون بمعناه فیھا المقرر بالفارسیة علی سبیل الترجمة مشتمل علی معناه فیکون جائز الحاقابه.) ②

---

① ہدایہ، صفۃ الصلوٰۃ
② کفایہ شرح الہدایہ علی ھامش فتح القدیر ص ۲۰۰ ج ۱

"قرآنِ مقدس کے پہلے صحیفوں میں ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے نظم کے ساتھ ان صحیفوں میں تھا۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید اُن صحیفوں میں اپنے معنیٰ کے ساتھ تھا۔ اسی طرح قرآن کے معنیٰ پر مشتمل فارسی قراءت بھی جائز ہوئی۔"

حالانکہ قرآن وحدیث میں اسی قرآن کو کلام اللہ کہا گیا ہے اور اجماعِ سلف صالحین سے بھی یہی ثابت ہے۔

③ ثالثاً: (عقیدہ کی تیسری خامی)

حنفیہ توسل کے قائل ہیں اور دراصل مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔ علّامہ خلیل احمد سہارنپوری کتابِ مذکورہ میں ص ۷ پر لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء واولیاء شہداء وصدیقین کا توسل لینا جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات میں۔ بایں طور پر کہے کہ یا اللہ بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں"۔ [1]

اور بعد میں لکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی شیخ المشائخ قطبِ عالم مولانا رشید احمد محدث گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ نے اپنے بزرگان کے شجرے تصنیف فرمائے ہیں جو ان کے متوسلین میں شائع اور معمول بہا ہیں۔ علّامہ تھانوی کے مؤلفہ "قربات عنداللہ" اور "مناجاتِ مقبول" اس پر شاہدِ عدل ہیں کہ ان کے ہاں بتوسل اولیاء کرام حضرتِ حق تعالیٰ سے دعا کرنا جائز اور معمول بہا ہے۔ مناجاتِ مقبول کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صدقہ اپنے عزت و جلال کا
صدقہ پیغمبر کا ان کے آل کا

① کتابِ مذکورہ، ص: ۷

اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا
نام جن کا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ
حضرت موسیٰ کا صدقہ اے کریم
جو ہیں پیغمبر تیرے اور ہیں تیرے کلیم ①

اور یہی حاجی امداد اللہ صاحب جن کو ”مرشد العرب والعجم“ کہا گیا۔ان کے ملفوظات ”شمائمِ امدایہ“ (ص۸۴) میں اشعار ہیں،جن میں وہ اپنے مرشد شاہ نور محمد کو یوں خطاب کرتے ہیں کہ:

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کا ہوگا جس وقت قاضی خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا ②

اس قسم کا عقیدہ صریحاً شرکیہ ہے۔العیاذ باللّٰہ.

④ رابعاً: (عقیدہ کی چوتھی خامی)

قرآنی عقیدہ کے مطابق ہمیشہ زندہ رہنے والی ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے:

﴿اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (البقرۃ:۲۵۵)

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ ہمیشہ زندہ اور قائم ودائم ہے۔“

﴿ھُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (سورۃ المؤمن:۶۵)

① کتابِ مذکورہ ایضاً ② شمائم امدایہ،ص۸۴

"وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس خالص اسی کو پکارو، تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔"

اور اس صفت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔اور حنفی مذہب کے بموجب رسول اللہ ﷺ کو بھی اس دنیا والی حیات ہی قبر میں حاصل ہے۔اور علامہ حسن شرنبلالی "مراقی الفلاح علیٰ نور الایضاح"، ص ۴۴۷ مع حاشیہ طحطاوی میں لکھتے ہیں:

(ومما هو المقرر عند المحققين انه ﷺ حي برزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات،......)①

"علمائے محققین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں تمام لذتوں اور عبادات سے (بہرہ مند ہوتے) فائدہ دیے جاتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جو کہ اعلیٰ مقامات سے قاصر ہیں۔"

اور "عقائد دیوبند" صفحہ ۷ میں ہے کہ:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیاتی دنیا کی حیاتی ہے، مکلف ہونے کی، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور شہداء کے ساتھ۔یہ حیات برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو......"۔②

یہ عقیدہ صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔قال اللہ تعالیٰ:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ (سورۃ الزمر: ۳۰)

---

① مراقی الفلاح علیٰ نور الایضاح، ص ۴۴۷ مع حاشیہ طحطاوی ② عقائد دیوبند صفحہ ۷

''تحقیق آپ بھی مرنے والے ہیں اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں۔''

نیز علاّمہ قاسم نانوتوی نے مسئلہ حیات النّبی ﷺ کی بابت ایک مستقل کتاب بنام ''آبِ حیات'' لکھی ہے جس کے صفحہ۲ میں رقمطراز ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلا کشوں کے عزلت گزین (تنہائی میں)۔''①

⑤ خامساً: (عقیدہ کی پانچویں خامی)

ایمان کے متعلق سلف اہل سنّت کا یہی عقیدہ ہے کہ:

(قول وعمل ویزید وینقص)

''یعنی ایمان، قول اور عمل کا مجموعہ ہے اور زیادہ کم ہوتا ہے۔''

چنانچہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

(وقد نقل محمد بن نصر المروزی فی کتاب [تعظیم قدر الصلوٰۃ] عن جماعۃ من الائمۃ نحو ذلک وما نقل عن السف صرح بہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن سفیان الثوری ومالک ابن انس والاوزاعی وابن جریج ومعمر وغیرھم وھٰؤلاء فقھاء الامصار فی عصرھم وکذا نقلہ ابو القاسم اللالکائی فی کتاب [السنۃ] عن الشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وابی عبید وغیرھم من الائمۃ وروٰی بسندہ الصحیح عن البخاری قال لرأیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رأیت احداً منھم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص

---

① آبِ حیات، صفحہ۲

واطنب ابن ابی حاتم واللالکائی فی نقل ذالک بالاسانید عن جمع کثیر من الصحابة والتابعین وکل من یدور علیه الاجماع من الصحابة والتابعین وحکاہ فضیل ابن عیاض ووکیع عن اھل السنة والجماعة.......) ①

''محمد بن نصر مروزی نے کتاب ''تعظیم قدر الصلوٰۃ'' میں نقل کیا ہے کہ آئمہ کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور زیادہ اور کم ہوتا ہے۔امام عبدالرزاق نے اپنی ''مصنّف'' میں سلف سے اس بات کی تصریح کی ہے۔مثلاً سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، ابن جریج اور معمر وغیرہ جو کہ اپنے شہروں اور اپنے زمانہ کے مشہور فقہاء ہیں۔ ابوالقاسم اللالکائی نے کتاب ''السنۃ'' میں امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابی عبید وغیرہ اماموں سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

صحیح سند کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

''میں نے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء کو پایا وہ سبھی اس بات کے قائل تھے کہ ایمان قول ہے اور عمل ہے۔ بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ابن ابی حاتم اور اللالکائی نے بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے اسانید کے ساتھ اس کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔یہی بات ایسے بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے جن کی بات اجماع کا فائدہ دیتی ہے۔ایمان کی یہی مذکورہ بالا تعریف فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنّت والجماعت سے نقل کی ہے۔''

---

① فتح الباری۔ج ۱،ص ۴۸، ۵۲،طبع الریاض

نیز بے شمار آیاتِ قرآنیہ اسی پر دلالت کرتی ہیں:

① ﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً﴾ (سورة الانفال: ۲)

''اور جب (اللہ تعالیٰ کی) آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہوتی ہے''۔

② ﴿ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَاناً﴾(سورة المدثر: ۳۱)

تاکہ ''ایمان داروں کے ایمان کو اور زیادہ کرے۔''

وغیرهما من الآیات۔ ''ان کے علاوہ اور آیات بھی ہیں''۔

اسی مضمون کی بابت کئی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ بالخصوص امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے عنوان کے تحت کئی ایسے ابواب اور تراجم جمع کئے ہیں، جن سے سلف کا مسلک واضح اور مبرہن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام ابوعبید القاسم بن سلام کی ''کتاب الایمان'' کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

نیز امام ابن خزیمہ کتاب التوحید صغیر صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں:

(ولقد ادرکت رجالا من العلماء والفقهاء بالعراق وسائر البلدان فسألتهم عن الایمان فقالوا بأجمعهم: الایمان قول وعمل ونية ويزيد وينقص)[1]

''میں نے عراق اور دیگر شہروں میں بے شمار علماء اور فقہاء سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو ان سب نے کہا کہ: ایمان قول و عمل اور نیّت کا نام ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔''

لیکن علماءِ حنفیہ کا ان کے خلاف عقیدہ ہے۔ وہ ایمان کو صرف دو چیزوں کا مجموعہ

① کتاب التوحید صغیر ابن خزیمہ، صفحہ ۹

بتلاتے ہیں:

(الاقرار باللسان والتصدیق بالقلب)

''زبان سے اقرار کرلینا اور صدق دل سے مان لینا۔''

اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتے اور نہ ان کو ایمان کا جزء تسلیم کرتے ہیں۔امام طحاوی کی ''کتاب العقیدہ''(صفحہ۱۷)میں ہے:

(الایمان هو الاقرار باللسان والتصدیق بالجنان.......)[1]

''ایمان دو چیزوں کا مجموعہ ہے: زبان سے اقرار کرلینا اور دل سے تصدیق کرنا۔''

اور علامہ ابوالمنتہیٰ المغنیساوی الحنفی ''شرح الفقہ الأکبر''(صفحہ۳۱)میں فرماتے ہیں:

(ان العمل الصالح لیس جزأ من الایمان لا ن العمل یزید وینقص.......)[2]

''عملِ صالح، ایمان کا جزء نہیں ہے کیونکہ عمل میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔''

اور''شرح عقائد نسفیہ''(صفحہ۸۸)میں ہے:

(فههنا مقامان: الاوّل ان الاعمال غیر داخلة فی الایمان لما مرمن ان حقیقة الایمان هو التصدیق لانه قدورد فی الکتاب والسنة عطف الاعمال علی الایمان کقوله تعالیٰ:﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾[البقره:۲۷۷ وغیرها فی ۹ أماکن]مع القطع بان العطف یقتضی المغایره.المقام الثانی ان حقیقة الایمان لا تزید ولا تنقص لما مرمن انها التصدیق القلبی

---

[1] کتاب العقیدہ امام طحاوی،صفحہ۱۷

[2] شرح الفقہ الأکبر صفحہ۳۱

الـذی بـلـغ حـد الـجزم والاذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نـقـصـان حتى ان من حصل له حقيقة التصديق فسواء اتى بـالـطـاعات اوارتكب المعاصى فتصديقه باق على حاله لا تغير فيه اصلا......) ①

(مختصر وهكذا فى عامة كتبهم)

''پس اس جگہ دو مقام ہیں:

پہلا یہ ہے کہ تحقیق اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (البقرہ:۲۷۷ وغیرھا)

''اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔''

حالانکہ یقیناً معطوف معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بیان ہوا کہ ایمان کی حقیقت یقین کی حد تک پہنچنے والی تصدیق ہے اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ جو شخص تصدیق ویقین رکھنے والا ہے وہ اچھے اعمال کرے یا برے اعمال کا مرتکب ہو اس کی تصدیق (ایمان وایقان) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں حالتوں میں تصدیق ایک ہی حالت پر باقی رہتی ہے۔''

ان کی اکثر کتابوں میں یہی عقیدہ مذکور ہے۔

① شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۸۸

اور بنا بریں نماز ان کے نزدیک ایمان نہیں حالانکہ کتاب وسنت میں اس کو ایمان کہا گیا ہے۔

(فی صحیح البخاری کتاب الایمان،باب الصلوٰۃ من الایمان وقول اللّٰہ تعالی﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [البقرہ:۱۴۳]یعنی صلوٰتکم عند البیت)[1]

وفی فتح الباری(ص ۳۳،ج ۱):(وقع التنصیص علی ھذا التفسیر من الوجہ الذی اخرج منہ المصنف حدیث الباب فروی الطیالسی والنسائی من طریق شریک وغیرہ عن ابی اسحق عن البراء فی الحدیث المذکورفانزل اللّٰہ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾[البقرہ:۱۴۳] صلاتکم الی بیت المقدس)[2]

''صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے۔باب اس مسئلہ پر کہ نماز ایمان میں داخل ہے،جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کوضائع نہیں کرے گا۔''مراد یہ ہے کہ تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کوضائع نہیں کرے گا''۔

''فتح الباری''(ج ا،ص۳۳) میں اس تفسیر پر اس طریق یا سند سے صراحت ذکر کی گئی جس طریق یا سند سے مصنف(امام بخاری) نے اس باب کی حدیث روایت کی ہے۔امام طیالسی اورامام نسائی نے مذکورحدیث میں شریک اورشریک کے علاوہ دوسروں سے ابواسحاق سے براء سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں ضائع کرنے

① بخاری مع فتح الباری صفحہ۳۳،ج ا
② فتح الباری صفحہ۳۳،ج ا

والا نہیں۔"

اور اسی لیئے حنفی مذہب کے رکنِ رکین اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ کی اسلامی عدالت میں گواہی قبول نہیں کی گئی۔

(ونقل ابن عدی عن اسحق بن راھویه سمعت آدم یقول کان شریک لا یجوز شهادة المرجئة فشهد عنده محمد بن الحسن فرد شهادته فقیل له فی ذالک فقال انا لا اجیز من یقول الصلوٰة لیست من الایمان) ①

"ابن عدی نے اسحاق بن راھویہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ قاضی شریک مرجیۂ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے ان کے یہاں محمد بن حسنؒ نے گواہی دی۔ انہوں نے ان کی گواہی کو ٹھکرا دیا چنانچہ اس کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں اُس شخص کی گواہی قبول نہیں کرتا جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہیں مانتا۔"

اور امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی کتاب "السنۃ" صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں:

(حدثنی یعقوب بن ابراهیم الدوری حدثنا عبدالرحمن بن مهدی قال: بلغنی ان شعبة قال لشریک کیف لا تجیز شهادة المرجیة ؟قال: کیف اجیز شهادة قوم یزعمون ان الصلوٰة لیست من الایمان.......) ②

"یعقوب بن ابراہیم الدوری قاضی نے مجھے بتایا عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شعبہ نے شریک سے دریافت کیا: تم مرجیۂ کی شہادت کیوں قبول نہیں کرتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں

① لسان المیزان، ج ۵، ص ۱۲۱، ۱۲۲ ② کتاب السنۃ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل، صفحہ ۸۳

ایسے لوگوں کی گواہی کیسے قبول کروں جو نماز کو ایمان کا حصہ ہی نہیں مانتے۔"

اور اسی طرح کا معاملہ امام صاحبؒ کے دوسرے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی درپیش آیا۔ امام محمد بن خلف الوکیع کتاب "اخبار القضاۃ" (صفحہ ۲۶۱، ج ۳) میں فرماتے ہیں:

(اخبرنی جعفر بن محمد قال سمعت اسحاق بن راھویه یقول سمعت یحییٰ بن آدم یقول رد شریک شھادة ابی یوسف فقیل له اترد شھادة ابی یوسف فقال الا ارد شھادته وھو یقول ان الصلوٰة لیست من الایمان ....) ①

"جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہؒ سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ قاضی شریک نے ابو یوسفؒ کی گواہی کو رد کردیا۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں ان کی شہادت کیوں نہ رد کروں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز ایمان کا حصّہ نہیں ہے۔"

اور امام حافظ ابوسعد العجلی "تاریخ ومعرفۃ الثقات" (قلمی) کے باب الکوفیین میں فرماتے ہیں:

(جاء حماد بن ابی حنیفة الیٰ شریک یشھد عنده بشھادة فقال له شریک: الصلوة من الایمان ؟ فقال حماد لم یجز ھذا فقال شریک لکنا نبدأ بھذا فقال نعم ھی من الایمان قال فتشھد الان ....) ②

"حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ قاضی شریک کے روبرو گواہی دینے کے لئے آئے۔ قاضی شریک ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا نماز ایمان میں داخل

① اخبار القضاۃ امام محمد بن خلف الوکیع، صفحہ ۲۶۱، ج ۳ ② تاریخ ومعرفۃ الثقات (قلمی) مطبوع ص ۴۸۱

ہے؟ حماد کہنے لگے ہمارا آنا بحث کیلئے نہیں ہے۔قاضی شریک فرمانے لگے: ہمیں تو اس کا جواب پہلے چاہیئے۔حماد نے جواب دیا کہ ہاں نماز ایمان میں سے ہے۔قاضی شریک نے فرمایا کہ اب آپ گواہی دے سکتے ہیں۔''

اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ترک الصلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے ہیں۔حالانکہ یہ عقیدہ سلف صالحین، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم کے عقیدے کے خلاف ہے۔

(واخرج الترمذی عن عبداللّٰہ بن شقیق قال((کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَایَرَوْنَ شَیْئاً مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْراً غَیْرَ الصَّلٰوۃِ))[1]

''امام ترمذی روایت لائے ہیں کہ عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبیٔ کریم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف تارکِ صلوٰۃ کو کافر گردانتے تھے''۔ جیسا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۹ پر ہے۔

اور امام ابن حزم فرماتے ہیں:

(وقد جاء عن عمر وعبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ رضی اللّٰہ عنھم ان ((مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَرْضاً وَّاحِداً مُتَعَمِّداً حَتّٰی یَخْرُجَ وَقْتُھَا فَھُوَ کَافِرٌ مُرْتَدٌّ)) ولا نعلم لھٰؤلاء مخالفۃ.......)[2]

''سیدنا عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل اور ابوہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ: ''جس نے جان بوجھ کر صرف ایک نماز فرض چھوڑ دی یہاں تک کہ اس نماز کا وقت نکل گیا تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا''۔

اس بات میں ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔جیسا کہ الترغیب والترہیب

---

[1] المشکوٰۃ، ص ۵۹

[2] الترغیب والترھیب للمنذری ص ۳۸۳، ج ۱۔

للمنذری (ج ۱،ص۳۷۶) میں ہے۔"

اور حافظ عبدالحق اشبیلی "کتاب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں:

(ذھب جملة من الصحابة رضی اللہ عنھم ومن بعدھم الی تکفیر تارک الصلوٰۃ متعمداً ترکھا حتی یخرج جمیع وقتھا منھم عمر بن الخطاب ومعاذ بن جبل وعبداللہ بن مسعود وابن عباس وجابر وابوالدرداء وکذالک روی عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھه.ھؤلا من الصحابۃ ومن غیرھم احمد بن حنبل واسحق بن راھویه وعبداللہ بن المبارک وابراھیم النخعی والحکم بن عتیبه وایوب السختیانی وابوبکر بن ابی شیبة وابو خیثمة زھیر بن حرب.......)①

"تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے علماء حق قصداً نماز چھوڑنے والے کو کافر سمجھتے تھے۔انہی میں حضرت عمر بن خطاب،معاذ بن جبل،عبداللہ بن مسعود،عبداللہ بن عباس،حضرت جابر اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم ہیں۔حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر آئمہ کرام جیسے امام احمد بن حنبل،اسحاق بن راھویہ ،عبداللہ بن مبارک،ابراہیم نخعی،حکم بن عتیبہ،ایوب سختیانی (ابوداؤد طیالسی)،ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوخیثمہ زہیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہم سب اسی کے قائل ہیں"۔

علامہ ابن قیم کی "کتاب الصلوٰۃ" میں صفحہ ۴۱ پر اسی طرح مذکور ہے۔"

اور پھر صفحہ ۵۳ پر فرماتے ہیں:

① کتاب الصلوٰۃ لابن القیم،ص ۴۱

((فصل) فی سیاق اقوال العلماء من التابعین ومن بعدهم فی کفر تارک الصلٰوة ومن حکی الاجماع علی ذالک وقال محمد بن نصر حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زید عن ایوب قال ترک الصلٰوة کفر لا یختلف فیه وحکیٰ محمد عن ابن المبارک قال: من اخر صلٰوة حتی یفوت وقتها متعمداً من غیر عذر فقد کفر وقال علی بن الحسین بن شقیق سمعت عبداللّٰه بن المبارک یقول من قال انی لا اصلی الکمتوبة الیوم فهو اکفر من حمار وقال یحییٰ بن معین قیل لعبد اللّٰه ابن المبارک ان هئولاء یقولون من لم یصم ولم یصل بعد ان یقربه فهو مؤمن مستکمل الایمان فقال عبداللّٰه لا نقول نحن ما یقول هؤلا من ترک الصلٰوة متعمداً من غیر علة حتی أدخل وقتاً فی وقت فهو کافر.) ①

"(فصل) تابعین اور بعد کے علماء کے تارکِ نماز کے بارے میں اقوال اوراس شخص کا بیان جس نے تارکِ نماز کے کافر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ نے اس نے کہا ہم کو حدیث بیان کی ابونعمان نے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث سنائی حماد بن زید نے کہ ایوب فرماتے ہیں کہ نماز کا چھوڑنا کفر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور محمد بیان کرتے ہیں عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جس نے قصداً نماز ترک کردی یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا، تو وہ بلا عذر ایسا کرنے سے کافر ہوگیا۔ علی ابن الحسین بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے

① کتاب الصلوٰۃ لابن القیم، ص ۵۰

عبداللہ بن مبارک کو کہتے سنا کہ جس نے کہا کہ میں ''آج فرض نماز نہیں پڑھوں گا'' تو وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز اور روزے کا اقرار تو کرے لیکن ان کو ادا نہ کرے تو وہ کامل ایمان والا مومن ہے۔ عبداللہ بن مبارک فرمانے لگے، ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ جو شخص بلا سبب نماز نہ پڑھے اور وقت نکل جائے اور اگلی نماز کا وقت شروع ہو جائے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔''

(وقال ابن ابی شیبة قال النبی ﷺ ((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ)) فیقال له: ارجع عن الکفر فان فعل والاقتل بعد ان یؤجله الوالی ثلاثة ایام وقال احمد بن یسار سمعت صدقة بن الفضل سئل عن تارک الصلٰوة فقال: کافر، فقال له السائل أتبین منه امرأته؟ فقال صدقة واین الکفر من الطلاق، لوان رجلاً کفر لم تطلق منه امرأته؟ قال محمد بن نصر سمعت اسحاق یقول صح عن النبی ﷺ ان تارک الصلٰوة کافر، وکذالک کان رای اهل العلم من لدن النبی ﷺ الی یومنا هذا ان تارک الصلٰوة عمداً من غیر عذر حتیٰ یذهب وقتها کافر......) ①

''اور امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''نماز کو قصداً ترک کرنے والا کافر ہے''۔

اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ کفر سے باز آجائے اگر توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم وقت تین دن کی مہلت کے بعد اس کا سر قلم کر دے۔

① ایضاً

احمد بن یسار فرماتے ہیں کہ صدقہ بن فضل سے تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے سائل پوچھنے لگا کیا اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے؟ صدقہ نے جواب دیا کہ کفر کی طلاق سے کیا نسبت کہ اگر آدمی کافر ہو جائے تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو؟ یعنی لازماً طلاق ہو جائے گی۔

محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ سے (بطریق) صحیح مروی ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ زمانۂ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک علماء کا یہی مذہب رہا ہے۔ بلا عذر نماز کو قصداً ترک کرنے والا یہاں تک کہ اس نماز کا وقت فوت ہو جائے کافر ہے۔"

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور آئمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم ترک الصلوٰۃ کو کفر کہنے پر متفق تھے۔ ①

برخلاف اس کے حنفیہ نماز کو ایمان نہیں کہتے نہ اس کو ایمان کا جزء سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے درست ہو سکتی ہے؟ نیز جب وہ نماز کو ایمان نہیں جانتے تو معلوم نہیں کیا پڑھ رہے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر حنفیہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔ اور حنفیہ کے مایۂ ناز عالم مولانا عبدالحئی لکھنوی نے بھی کتاب "الرفع والتکمیل" میں تسلیم کیا ہے نیز امام ابوداؤد سجستانی کتاب "مسائل الامام احمد بن حنبل" (صفحہ ۴۳) میں فرماتے ہیں:

(قلت لاحمد اصلی خلف المرجیة قال: اذا کان داعیا لایصلی خلفه.......) ②

---

① مزید تفصیل کیلئے کتاب الشریعۃ الآجری اور کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل اور کتاب السنۃ للالکائی وغیرھا دیکھنی چاہئیں۔

② کتاب مسائل الامام احمد بن حنبل لابی داؤد صفحہ ۴۳

”میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا کہ میں مرجیہؑ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں؟ یا پڑھ لیتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے: جب مرجیہؑ فرقہ سے تعلق رکھنے والا اپنے باطل مذہب کی دوسروں کو دعوت اور ترغیب دینے والا ہو اس وقت اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔“

نیز اس کی بابت کتاب ”السنۃ“ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل اور ”التاریخ الکبیر“ للامام البخاری اور ”مسائل الامام محمد بن عثمان ابی شیبہ“ (قلمی) وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنی چاہئیں۔ پس اس عقیدہ کے علاوہ مذکورہ بالا عقائد بھی ان کی اقتداء سے مانع ہیں۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز کو درست قرار دیتے ہیں۔ ان کی مشہور دو دلیلیں ہیں:

① اوّل: یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ:

((صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ))

”ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو“۔

حالانکہ یہ روایت غیر صحیح اور قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(فقد اخرجه ابو داؤد والدار قطني واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول عن ابى هريرة وزاد((وَجَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ))وهو منقطع وله طريق اخرى عند ابن حبان فى الضعفاء من حديث عبدالله بن محمد بن يحيىٰ ابن عروة عن هشام عن ابى صالح عنهٗ وعبد الله متروك ورواه الدارقطنى من حديث الحارث عن على ومن حديث علقمة والاسود عن عبدالله ومن حديث مكحول ايضاً عن واثلة،ومن حديث ابى الدرداء من طرق كلها واهية جداً قال العقيلى ليس فى هذا المتن اسناد يثبت،وللبيهقى فى هذا الباب الاحاديث كلها

ضعيفة غاية الضعف وأصح مافيه حديث مكحول عن ابى هريرة على ارساله وقال ابو احمد الحاكم هذا حديث منكر.......) [1]

''اس حدیث کوابوداؤداورالدارقطنی نے روایت کیا ہے لفظ دارقطنی کے ہیں اور بیہقی میں مکحول کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اوراس میں یہ لفظ زائد ہیں:

((وَجَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ))

''جہاد کرو نیک اور بد کی قیادت میں''۔

یہ روایت منقطع ہے،ابن حبان کے نزدیک الضعفاء میں اس حدیث کی ایک دوسری سند ہے جو کہ یہ ہے۔عبداللہ بن یحییٰ بن عروہ ہشام سے روایت کرتے ہیں وہ ابی صالح سے اور عبداللہ متروک راوی ہے۔

الدارقطنی نے حارث کی بیان کردہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور علقمہ اور الاسود کی بیان کردہ حدیث عبداللہ سے روایت کی ہے اور مکحول کی بیان کردہ حدیث واثلہ سے بھی روایت کی ہے اور ابوالدرداء کی بیان کردہ حدیث بھی لائے ہیں لیکن یہ تمام اسانید بالکل کمزور ہیں۔عقیلی فرماتے ہیں کہ اس متن کی کوئی سند بھی ثابت نہیں ہے اور امام بیہقی کی اس باب میں تمام روایتیں انتہائی کمزور ہیں۔اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث مکحول کی بیان کردہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔وہ بھی مرسل ہے۔

ابواحمد الحاکم فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے''۔

علّامہ ابن حجر کی کتاب التلخیص الحبیر ج۱/۲،ص۳۵ طبع مصر اور پاکستان میں اس طرح تفصیل ہے۔

---

[1] التلخيص الجير لا بن حجر،ص۱۲۵،ج۱،طبع مصر و پاکستان

اور امام ابوداؤد نے بھی اس روایت کو بوجہ منقطع ہونے کے ضعیف کہا ہے۔ ①
اور امام عبدالعظیم المنذری مختصر سنن ابوداؤد ص ۳۸ میں اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں:

((لم یسمع مکحول عن ابی ھریرۃ. ......)) ②

''مکحول کا سماع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے''۔

اور اسی طرح امام شوکانی نے ''نیل الاوطار'' (صفحہ ۱۷۴ جلد ۳) میں، علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی نے ''عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد'' (صفحہ ۳۲۵) میں، علاّمہ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' (صفحہ ۳۹ جلد ۲) میں، علاّمہ مناوی نے ''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر'' (صفحہ ۲۶۰ جلد ۳) میں اور علاّمہ امیر یمانی نے ''سبل السلام'' (صفحہ ۲۹ جلد ۲) میں اور دیگر علماء نے اپنی کتابوں میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ پس یہ روایت ہی ثابت نہیں تو پھر اس سے استدلال بھی درست نہیں۔

② ثانیاً: یہاں بر یا فاجر (نیک یا بد) کا سوال نہیں بلکہ یہاں عقیدے کی بحث ہے۔ لہٰذا یہ روایت علی تقدیر تسلیم الصحۃ (صحیح ماننے کی صورت میں) بھی خارج عن النزاع (بحث سے خارج) ہے۔

دوسری دلیل صحیح بخاری کی روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ ان بلوائیوں کا مسجد پر قبضہ ہے اور جماعت کرا رہے ہیں، کیا ان کے ساتھ نماز ادا کریں یا نہ؟ جواب میں انہوں نے فرمایا:

((اَلصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَایَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنُ مَعَھُمْ، فَاِذَا اَسَاءُ وْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَ تَھُمْ)) ③

---

① نصب الرایۃ للزیلعی الحنفی، ص ۲۷، ج ۲

② مختصر سنن ابوداؤد امام عبدالعظیم المنذری، ص ۳۸

③ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب امامۃ المفتون المبتدع، حدیث: ۶۹۵

”لوگوں کے تمام اعمال میں نماز سب سے بہتر عمل ہے۔لہٰذا لوگ جب اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ نیکی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں تو ان غلط کاموں سے بچو اور الگ رہو۔“

مگر اس روایت سے بھی استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت کوئی حنفی نہ تھا اور نہ اس قسم کے فاسد عقائد ظاہر ہوئے تھے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ عقائد سلف کے عقائد کے خلاف ہیں۔الحاصل صحت اور جواز کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس بھی معقول یا قابلِ تسلیم دلیل نہیں۔اور جب کہ ثابت ہوا کہ حنفیوں کے عقائد اہل السنّت اور سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں۔لہٰذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں کہا جا سکتا۔

ھذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب

دوسرا رسالہ

بِدعتی کے پیچھے نماز کا حُکم

تالیف

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم

اسلام میں نماز کو انتہائی اہم مقام حاصل ہے جب کوئی شخص توحید و رسالت کا اقرار کرلے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہو جاتی ہیں، اسلام میں اس بات کا کوئی تصور بھی نہیں کہ کوئی شخص مسلم ہونے کا دعوے دار ہو اور وہ نماز ادا نہ کرتا ہو، رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لیۓ نماز کو باجماعت ادا کیا کرتے تھے، اسلام میں جہاں نماز کی اس قدر اہمیت ہے وہاں اسے سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ خلافِ سنّت کوئی عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) [1]

”جس کسی نے ایسا عمل کیا کہ جس کا حکم ہم نے نہیں دیا اس کا وہ عمل مردود ہے۔“

اسی طرح نماز بھی اس شخص کی اقتدا میں ادا کرنا ضروری ہے جو عامل بالسنہ ہو، امام کے عقائد ونظریات اور اعمال قرآن وحدیث سے متصادم ہوں تو ایسا شخص سرے سے امامت کا اہل ہی نہیں، اس مسئلہ پر تمام اہل السنۃ اور اہلِ حدیث (کے جمہور) علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی بدعقیدہ اور بدعتی شخص نماز پڑھا رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نماز ادا نہیں ہوگی۔بدعتی سے مراد جہمیہ، خارجیہ، معتزلہ، روافض، مرجئیہ وغیرہ ہیں اور جو شخص عقائد میں ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ موافقت رکھتا ہے تو وہ بھی انہیں میں داخل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

---

① صحیح مسلم: ۱۷۱۸

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) ①

''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

اوراس کے پیچھے بھی نماز کا وہی حکم ہے کہ جوان باطل فرقوں کا ہے۔

استاذ محترم شیخ حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہُ اللہ نے کافی محنت اور عرق ریزی سے ایسے حوالہ جات اکٹھے کیئے جن سے انہوں نے ثابت کیا کہ اہلُ البدعۃ کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی، اسی طرح انہوں نے موجودہ دور کے مقلد فرقہ دیوبندیہ کے باطل عقائد ونظریات کو بھی دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان حضرات کے عقائد اور نظریات بھی ان باطل فرقوں کی طرح ہیں بلکہ انہوں نے مختلف باطل فرقوں کے عقائد ونظریات کو اپنا (کر چوں چوں کا مربہ بنا) رکھا ہے جس کی وجہ سے تمام باطل فرقوں کے عقائد اس فرقہ کے نظریات میں شامل ہو گئے۔ موصوف نے اس موضوع پر ایک دوسری کتاب ''اکاذیبِ آلِ دیوبند'' کے نام سے ترتیب دے رکھی ہے جو عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے (ان شآء اللہ) موصوف بلا شبہ موجودہ دور میں سلف کا ایک نمونہ ہیں اور قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ وہ عملِ سلفِ صالحین پر عمل پیرا ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو طویل عمر اور صحتِ کاملہ عطاء فرمائے اور تمام طرح کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمائے تاکہ قرآن وحدیث کی تحقیق پر جو کام انہوں نے شروع کر رکھا ہے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ آمین یارب العالمین

کتبہ: ابوجابر عبداللہ دامانوی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

① صحیح بخاری ومسلم، سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، صحیح الجامع الصغیر: ۶۶۸۹

دوسرا رسالہ

سوال کیا دیوبندی عقائد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(ذوالفقار بن ابراہیم الاثری، متعلم الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منوّرہ [سعودی عرب])

جواب

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین،

أما بعد:

دینِ اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے دوسرا بنیادی رکن: الصلوٰۃ (نماز) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ ①

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ)) ②

"پس انہیں خبر دے دو کہ بیشک اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔"

یہ پانچوں نمازیں باجماعت امام کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا:

---

① سورۂ بقرہ: ۴۳

② صحیح البخاری: ۷۳۷۲ و صحیح مسلم: ۱/۲/۲۰۰ مع النووی

((هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ؟)) ①

''کیا تو نماز کی آذان سنتا ہے؟''

اس آدمی نے کہا: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَجِبْ))

''پس اس کا جواب دے۔'' (یعنی نماز مسجد میں امام کے ساتھ پڑھ)

اس حکم اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ (صحیح العقیدہ) امام کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا لازمی ہے اِلا یہ کہ عذرِ شرعی ہو۔

اگر امام صحیح العقیدہ نہ ہو، بدعتی ہو تو اس کے بارے میں مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے۔

بدعت کی اقسام:

بدعت کی دو بڑی قسمیں ہیں:

(1) بدعتِ صغریٰ مثلاً تشیع المتقدمین۔ (کتشیع عبدالرزاق بن ھمام وغیرہ)

(2) بدعتِ کبریٰ (کالرفض) ②

بدعتِ صغری والے کی رایت مقبول ہے بشرطیکہ وہ ثقہ وصدوق ہو۔

بدعتِ کبریٰ کی دو قسمیں ہیں:

(ا) بدعتِ مفسقہ (کبدعة الخوارج وغيرهم) ③

(ب) بدعتِ مکفرہ (کبدعة الجهمية وغيرهم) ④

اگر بدعتِ مکفرہ ہو تو ایسے شخص کی روایت مردود ہوتی ہے۔

① صحیح مسلم: ۶۵۳ وترقیم دارالسلام: ۱۴۸۶

② میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۳، ۵ وہدی الساری، ص ۴۵۹

③ فتح الباری، ج ۱۰ ص ۴۶۶ وہدی الساری، ص ۳۸۵

④ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، ص ۸۳ نوع: ۲۳

بدعتی کے پیچھے نماز کے عدمِ جواز کے فتوے

① محدّث سلام بن ابی مطیع رحمہ اللہ کا فتویٰ:

مشہور ثقہ محدث سلام بن مطیع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

[الجهمية كفار لا يصلى خلفهم] ①

''جہمیہ کفار ہیں۔ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ زہیر بن نعیم البابی کو عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابن حبان ② نے ثقہ قرار دیا ہے۔ والحمدللہ

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امامِ اہلِ سنّت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اہلُ البدع کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

[لا يصلى خلفهم مثل الجهمية والمعتزلة] ③

''جہمیہ اور معتزلہ جیسوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں:

[قلت: من خاف أن يصلي خلف من لا يعرف؟ فقال: يصلي فان تبين له أنه صاحب بدعة أعاد] ④

''میں نے (امام احمد سے) کہا: جسے یہ خوف ہو کہ وہ اس شخص کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے جسے وہ جانتا نہیں؟ تو (امام احمد نے) فرمایا: وہ نماز پڑھ

① مسائل احمد روایۃ ابی داود، ص ۲۶۸، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۹، شرح السنۃ للالکائی، ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۵۱۷

② الثقات ۸/ ۲۵۶ ③ کتاب السنۃ لعبد بن أحمد بن حنبل، ج ۱ ص ۱۰۳ فقرہ: ۶

④ مسائل صالح: ۴۵۲ ص ۱۱۹

لے۔ پھر اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ (امام) بدعتی ہے تو (اپنی نماز کا) اعادہ کر لے۔"

③ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ نے فرمایا:

[لا یصلی خلفھم]①

"ان (جہمیہ) کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔"

④ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کا فتویٰ:

محدث یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: [لَا] "یعنی ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔"

پوچھا گیا کہ کیا مرجئیہ کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟ تو انہوں نے فرمایا:

[انھم لخبثاء]②

"بے شک وہ خبیث ہیں۔"

⑤ امام بخاری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

[ما أبالي صليت خلف الجهمي والرافضي أم صليت خلف اليهود والنصارىٰ.....]③

"مجھے پرواہ نہیں ہے کہ جہمی ورافضی کے پیچھے نماز پڑھوں یا یہود ونصاریٰ کے پیچھے نماز پڑھوں؟

---

① السنۃ لعبداللہ بن احمد ۱/۱۱۵ فقرہ: ۳۳ وسندہ صحیح ② السنۃ ۱/۱۲۳ فقرہ: ۵۵ وسندہ صحیح

③ خلق فعال العباد، ص ۲۲، فقرہ: ۵۳

یعنی جس طرح یہود ونصاریٰ کے پیچھے نماز پڑھنے کا کوئی مسلم (مسلمان) قائل نہیں اسی طرح جہمی اور رافضی کے پیچھے بھی نماز نہیں ہوگی۔''

⑥امام زهیر بن البابی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام زهیر بن البابی رحمہ اللہ نے فرمایا:

[اذا تیقنت أنه جهمي أعدت الصلوٰة خلفه الجمعة وغيرها] ①

''اگر تجھے یقین ہوجائے کہ وہ (امام) جہمی ہے تو اس کے پیچھے جمعہ وغیرہ کی نماز کا اعادہ کرلے۔'' (یعنی دوبارہ نماز پڑھ)

⑦امام ابوعبید القاسم بن سلام اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ کا فتویٰ:

امام ابوعبید القاسم بن سلام اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ، دونوں بدعتی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دہرانے کے قائل تھے۔ ②

⑧امام قوام السنہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

[قال قوام السنة اسماعيل بن محمد الفضل الأصبهانی (متوفی ۵۳۵ھ): فأصحاب الحديث لايرون الصلوٰة خلف أهل البدع لئلايراه العامة فيفسدون بذالک] ③

''امام قوام السنہ اسماعیل بن محمد بن فضل الاصبہانی رحمہ اللہ نے کہا:

''اور محدثینِ کرام اہلِ بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے قائل نہیں ہیں تا کہ عوام الناس گمراہ نہ ہوجائیں۔''

---

① السنۃ ۱/ ۱۲۹، فقرہ: ۷۳ وسندہٗ صحیح
② السنۃ ۱/ ۱۳۰، فقرہ: ۷۵ سندہٗ صحیح، فقرہ: ۷۶ سندہٗ صحیح
③ الحجۃ فی بیان الحجۃ وشرح عقیدۃ أهل السنۃ ۲/ ۵۰۷

آئمہ اہلِ سنّت کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی بدعت شدید اور خطرناک ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اسی پر اہلِ سنّت کا اجماع ہے۔

بدعتی کے بارے میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْإِسْلَامِ)) ①

''جس نے بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔''

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری کے استاد العباد بن یوسف الشکلی کے بارے میں حافظ ذہبی اور حافظ الصفدی نے کہا ہے:

[وهو مقبول الرواية] ②

''اور ان کی روایت مقبول ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والا؟:

نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا ہے۔ ③

آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک امام نے قبلہ کی طرف تھوکا ہے تو فرمایا:

((لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ)) ④

''یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔''

اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

---

① کتاب الشریعہ للآجری، ص ۹۶۲، ح ۲۰۴۰

② تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲۳، ص ۴۷۹ والوافی بالوفیات، ج ۱۶ ص ۳۷۳، توفی ۳۱۴ھ

③ صحیح البخاری: ۱۲۱۳ و صحیح مسلم: ۵۴۷

④ سنن ابی داؤد: ۴۸۱ وسندہ حسن وصححہ ابن حبان، الموارد: ۳۳۴

((وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: اِنَّکَ آذَیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ)) ①

اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ کو تکلیف دینے والے کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیزاری، بدعت اور بدعتی سے:

امام مجاہد رحمہ اللہ (بن جبر) تابعی شہیر فرماتے ہیں:

''میں ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے ظہر یا عصر کی آذان میں تثویب کہہ دی (یعنی ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' پڑھا) تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(اُخْرُجْ بِنَا، فَاِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ) ②

''ہمیں یہاں سے نکال لے جاؤ، کیونکہ بے شک یہ (مؤذن کا ظہر وعصر میں ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کہنا) بدعت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ ③

جو لوگ ''لا قدر'' (وغیرہ) کہہ کر تقدیر کا انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اعلان فرمایا:

(فَاَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِّنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بَرَاءٌ مِنِّي) ④

''انہیں کہہ دو کہ میں ان سے بریٔ (بیزار) ہوں اور وہ مجھ سے بریٔ ہیں۔''

دیوبندیوں کے چند خطرناک عقائد:

اہلِ بدعت کے بارے میں منہجِ اہلِ سنّت کی اس وضاحت کے بعد عرض ہے کہ

---

① حوالۂ سابقہ
② سنن ابی داوٗد: ۵۳۸ وھو حدیث حسن
③ سنن الترمذی: ۲۱۵۲ وقال: ہٰذا حدیث حسن صحیح غریب
④ صحیح مسلم: ۸

ہندوستان کا ایک شہر ''دیوبند'' ہے جس کی نسبت تین قسم کے لوگوں سے ہے:

① دیوبند کا رہنے والا، چاہے ہندو ہو یا مسلم۔

② مدرسہ دیوبند کا پڑھا ہوا یا فارغ التحصیل شخص۔

③ علماء دیوبند کا ہم عقیدہ وہم مسلک شخص۔

اوّل الذکر ہماری اس بحث سے خارج ہے، ثانی الذکر اگر علمائے دیوبند کا ہم عقیدہ وہم مسلک نہیں ہے تو وہ بھی اس بحث سے خارج ہے اور اگر ہم عقیدہ ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو ثالث الذکر کا حکم ہے۔

ثالث الذکر کے بارے میں واضح ہے کہ ((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) (صحیح بخاری ومسلم) کی رُو سے اس کا اور علمائے دیوبند کا ایک ہی حکم ہے۔

علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد بالاختصار پیشِ خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبند کی بدعت انتہائی شدید اور خطرناک ہے۔

① عقیدۂ وحدت الوجود:

حاجی امداد اللہ ''مہاجر مکی'' نے کہا ہے: ''نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے۔ فقیر ومشائخِ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم ومولوی رشید احمد ومولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں کبھی خلافِ اعتقاداتِ فقیر وخلافِ مشربِ مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔''[1]

وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوا کو محض اعتباری سمجھنا

① شمائم امدادیہ، ص ۳۲ وکلیات امدادیہ، ص ۲۱۸

جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا۔''①

''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔''②

حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''حضرت صاحبؒ کے وہی عقائد ہیں جو اہلِ حق کے ہیں۔''③

قاری طیب دیو بندی، مہتمم ''دار العلوم دیو بند'' نے کہا ہے:

''حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ، جو گویا پوری اس جماعتِ دیو بند کے شیخِ طائفہ ہیں۔''④

حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں۔''⑤

حاجی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اور اس کے بعد اس کو ھُو ھُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہیئے کہ خود مذکور (یعنی اللہ) ہو جائے۔''⑥

علاّمہ رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہوتے ہوئے لکھا ہے:

''یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں اور جو میں ہوں وہ تو ہے

---

① حسن اللغات فارسی اردو، ص ۹۴۱
② علمی اردو لغت، تصنیف وارث سرہندی، ص ۱۵۵۱
③ امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۲۷۰
④ خطبات حکیم الاسلام، ج ۷، ص ۲۰۶
⑤ کلیات امدادیہ/ ضیاء القلوب، ص ۳۵، ۳۶
⑥ کلیات امدادیہ، ص ۱۸

اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ......‘‘ ①

ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا:

’’بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے۔‘‘ ②

اس ضامن علی کے بارے میں علاّمہ رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

’’ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔‘‘ ③

خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق ومخلوق، عابد ومعبود، اور اللہ و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ اس باطل عقیدے کے ابطال کے لیئے دیکھئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ’’**ابطال وحدة الوجود والرد علی القائلین بها**‘‘ **طبع لجنة البحث العلمي، الکویت۔**

② شرکیہ عقائد:

حاجی امداد اللہ صاحب اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی صاحب کے بارے میں ’’فرماتے‘‘ ہیں کہ:

’’آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا‘‘ ④

حاجی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

---

① مکاتیبِ رشیدیہ، ص۱۰ و فضائلِ صدقات، حصّہ دوم، ص ۵۵۶ ③ ایضاً، ص ۲۴۲

② تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۴۲ ④ شمائمِ امدادیہ، ص ۸۳، ۸۴، امداد المشتاق، فقرہ: ۲۸۸

''یارسولِ کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا ① فریاد ہے'' ②

مولانا زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ: صاحبِ قرآن ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا:

''یہ تیرا باپ بڑا گناہ گار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا۔ جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اُس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے''۔ ③

---

① اس قسم کے نصوصِ دیوبندیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد حنیف خالد دیوبندی صاحب مخلوق کے لیۓ مشکل کشا کا لفظ جائز قرار دینے کے لیۓ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے بندوں کی مختلف اسباب کے ذریعے مدد کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا دارالاسباب ہے۔ یہاں اسباب کو اختیار کیۓ بغیر عام طور پر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ اب جس سبب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مدد کی ہے یا کوئی مشکل حل کی ہے، اصل مددگار اور مشکل حل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر محض آلہ اور واسطہ کے درجے میں اس سبب کو بھی مددگار اور مشکل حل کرنے والا کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کے محاورے میں بھی ایسا کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہمارا بڑا ہی حمایتی اور مددگار ہے، فلاں شخص نے ہمارا فلاں مشکل مسئلہ حل کرا دیا ہے، یہاں یہ کہنے والا شخص یقینی طور پر اصل اور ذات کے اعتبار سے تو حمایتی، مددگار اور مشکل حل کرنے والا اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتا ہے مگر صرف اسباب کے درجے میں اس شخص کو بھی حمایتی، مددگار اور مشکل حل کرنے والا کہہ دیتا ہے، شرعاً اس طرح کہنا کوئی ناجائز یا شرک وکفر نہیں ہے بلکہ جائز ہے''۔ (فتویٰ ۹/ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ، ص ۱، غیر مطبوعہ)

بعینہ یہی عقیدہ بریلویوں کا ہے۔ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔'' (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، ج ۱، ص ۳۸)

② کلیاتِ امدادیہ، ص ۹۰، ۹۱ ③ تبلیغی نصاب، ص ۷۹۱، فضائلِ درود۔ ص ۱۱۳

③جہمیہ اور مرجیئہ کی موافقت:

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرقہ جہمیہ کے بارے میں لکھا ہے:

''اور جہمیہ ① جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔مثلاً ((یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْکُمْ)) میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے......''۔ ②

مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب آیاتِ صفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے ،یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص وحدوث کی علامات سے مبرّا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے''۔ ③

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں نے جہمیہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے:

(ولا یقال ان یده قدرته أو نعمته لان فیه ابطال الصفته وهو قول لاهل القدر والاعتزال ولکن یده صفته بلا کیف) ④

① یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔حافظ ذہبیؒ جہم بن صفوان کے بارے میں لکھتے ہیں:
[وکان ینکر الصفات وینزه الباري عنها بزعمه ویقول بخلق القرآن ویقول:ان اللّٰه في الأمکنة کلها] ''وہ صفات کا انکار کرتا تھا اور اپنے زعم میں باری تعالیٰ کو ان سے منزہ قرار دیتا تھا، خلقِ قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے''۔(سیر اعلام البنلاء ۶/ ۲۶، ۲۷)

② تقریر ترمذی للتھانوی،ص ۲۰۳۔۲۰۴ ③ المہند،ص ۴۲ جواب سوال:۱۳۔۱۴

④ الفقہ الاکبر مع شرح القاری،ص ۳۶، ۳۷

''اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس میں صفت کا ابطال ہے اور یہ قول قدریوں اور معتزلہ کا ہے۔ لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت ہے بغیر کیفیت کے''۔

مرجیئہ کی طرح دیوبندی حضرات ایمان میں زیادتی اور نقص کے بھی قائل نہیں ہیں اُن کے نزدیک ایمان فقط تصدیقِ قلب کا نام ہے۔ دیکھئے ''حقانی عقائد الاسلام''، ص ۱۲۳، تصنیف عبدالحق حقانی و پسند فرمودہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب۔

مفتی محمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:

''خدا ہر جگہ موجود ہے۔''①

اپنے اس باطل عقیدے پر مفتی مذکور نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

''ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے۔''②

اس کذب وافتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے جہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے:

[والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالىٰ فی کل مکان]③

''ملتزمہ نے باری سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔''

④ اکابر پرستی اور غلوّ:

دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے بارے میں سخت غلوّ کرتے ہیں۔ مولوی محمد الیاس دیوبندی، بانی جماعتِ تبلیغ کی نانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں کہ جن میں آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب وغریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی''۔④

---

① ملفوظاتِ فقیہ الامت، ج ۲، ص ۱۴
② ایضاً، ص ۱۴
③ تلبیسِ ابلیس، ص ۳۰، اقسام اُھل البدع
④ تذکرۃ مشائخ دیوبند، حاشیہ ص ۹۶، تصنیف مفتی عزیز الرحمٰن

اس ٹٹی کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی دیوبندی میرٹھی نے لکھا ہے:

''پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد اور عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے اُن کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا''۔ ①

پاخانہ کو دیوبندیوں کا تبرک بنا کر رکھنا تو آپ نے پڑھ لیا، اب مولانا زکریا تبلیغی صاحب کا قول پڑھیئے:

''لیکن مجھ جیسے کم علم کے لیئے تو سب اہلِ حق معتمد علماء کا قول حجت ہے''۔ ②

اہلِ حق سے، ان کے نزدیک مراد علماء دیوبند ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''اور دلیلِ نہی ہم مقلدوں کے لیئے تو فقہاء کا فتویٰ ہے اور فقہاء کی دلیل تفتیش کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں''۔ ③

⑤ گستاخیاں:

❁ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی ④ ایک صحیح حدیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھتا ہے:

''لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کُتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔'' ⑤

---

① تذکرۃ الخلیل، ص ۹۶، ۹۷ ② کتبِ فضائل پر اشکالات اور اُن کے جوابات، ص ۱۳۴

③ امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۱۳، ۳۱۴

④ دیوبندیوں کی معتبر کتاب ''علمی مجالس'' میں لکھا ہوا ہے کہ سعودی عرب کے سابق مفتیٔ اعظم شیخ الاسلام عبدالعزیز بن بازؒ نے ایک شخص کو اپنی مجلس سے نکال دیا تھا جس کے بارے میں انہیں یقین ہو گیا تھا کہ امین اوکاڑوی کا شاگرد ہے۔ (علمی مجالس، ص ۲۶۱)

⑤ مجموعہ رسائل، ج ۳ ص ۳۵۰ طبع ستمبر ۱۹۹۴ء

میں نے جب اپنے طویل خط "امین اوکاڑوی کا تعاقب" میں عبارتِ مذکورہ کا حوالہ دیا تو اوکاڑوی نے اعتراض کی عبارت بدل کر اسے کاتب کی غلطی قرار دیا۔ ① حالانکہ عبارتِ مذکورہ کاتب کی غلطی نہیں بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب "غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" ص ۴۳، فقرہ: ۱۹۸ مطبوعہ: المدنی دارالکتاب سرے گھاٹ۔ حیدر آباد اور "تجلیاتِ صفدر" ج ۴ ص ۴۸۸ مطبوعہ امدادیہ ملتان، از نعیم احمد دیوبندی ملتانی استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان، میں بھی موجود ہے۔ تجلیاتِ صفدر، ج ۱، ص ۲۹ پر محمد نعیم ملتانی کے لیئے اشاعت کا اجازت نامہ حکم محمد امین اوکاڑوی، ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ موجود ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کا اسے کاتب کی غلطی قرار دینا خود اُنکے قلم سے منسوخ اور غلط ہے۔

❀ ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی نے لکھا ہے:

"نماز میں اقعاء خود رسولِ پاک ﷺ سے ثابت ہے۔ ② لیکن (مسلم شریف ج ۱، ص ۱۹۵) پر اسے عقبۃ الشیطان کہا گیا ہے...... دیکھیں اپنے کئے ہوئے فعل کو عقبۂ شیطان کہا جارہا ہے۔ ③

حالانہ جس اقعاء کو عقبۂ شیطان کہا گیا ہے وہ اقعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے جو اقعاء ثابت ہے وہ دوسرا اقعاء ہے۔ عقبۃ الشیطان والا اقعاء قطعاً نہیں ہے۔ دیکھئے محولہ کتابوں کی شروح، لہٰذا جھنگوی کا قولِ مذکور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہے۔

❀ نبی ﷺ بعض اوقات سری نمازوں میں ایک دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے اس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق کی حالت غالب ہوئی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کی خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا

① دیکھئیے: ماہنامہ الخیر ملتان، ج ۱۸، شمارہ ۴، ص ۴۱، جولائی ۲۰۰۰ء ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

② ترمذی، ج ۱، ص ۳۸، ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۲۳ ③ تحفہ اہلِ حدیث، ج ۲ ص ۱۲۱

ہے۔'' [1]

یہ چند حوالے بطورِ نمونہ لکھے گئے ہیں ورنہ دیوبندیوں کی گستاخیاں بہت زیادہ ہیں۔

❁ مولانا حسین احمد ٹانڈوی مدنی نے کہا:

''اس کو عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ معنعناً ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں۔'' [2]

مزید لکھتے ہیں:

''کیونکہ بعض کے راوی عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ مدلس ہیں۔'' [3]

صحابیِ رسول رضی اللہ عنہ کو مدلس قرار دینا بہت بڑی گستاخی ہے۔

تنبیہ: امام شعبہ سے یہ قول بالکل ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدلس تھے۔

❁ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا ہے:

''الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔'' [4]

❁ مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ قاضی زاہد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں:

''پاکستان میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے بعد میں ان عقائد میں ترمیم فرما دی یا رجوع کر لیا تھا، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور اہلِ بدعت کی طرح افتراء ہے۔ حضرت کے یہی عقائد آخر تک تھے۔'' [5]

مزید تفصیل کے لیۓ دیکھئے میری کتاب ''اکاذیبِ آلِ دیوبند''

❁ مولانا زکریا کاندھلوی تبلیغی نے محدثینِ کرام کے بارے میں لکھا ہے:

''ان محدثین کا ظلم سنو!'' [6]

---

① تقریر ترمذی، ص ۱۱۷
② توضیح الترمذی، ج ۱، ص ۴۳۶
③ ایضاً، ص ۴۳۷
④ الشہاب الثاقب، ص ۴۲
⑤ چراغ محمد، ص ۹۰، ۹۱
⑥ تقریر بخاری، ج ۳، ص ۱۰۴

⑥اندھی تقلید:

تقلید کا مطلب یہ ہے:

''بے سوچ سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی''۔

''بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اُتارنا''۔ ①

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

''تقلید کہتے ہیں اُمتی کا قول ماننا بلا دلیل ......اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا تقلید نہیں کہلائیگا وہ اتباع کہلاتا ہے۔'' ②

اس تعریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا بیان سُن لیں:

''معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قولِ امام رحمہ اللہ کے مطابق ہی رہے گا۔ اس لیئے کہ ہم امام رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لیئے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے''۔ ③

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے ایک قوی حدیث کا جواب سوچنے کے لیئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ لگا دیا۔ ④

مولانا محمود الحسن دیوبندی صاحب نے صاف اعلان کیا:

''آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوبِ اتباعِ محمدی ﷺ و وجوبِ اتباعِ قرآن کی سند کے طالب ہیں''۔ ⑤

---

① القاموس الوحید ۱۳۴۶ ② الافاضات الیومیہ، ج ۳ ص ۱۵۹ ملفوظ: ۲۲۸

③ ارشاد القاری، ص ۴۱۲ ④ دیکھئے: فیض الباری، ج ۲ ص ۲۷۵، العرف الشذی، ج ۱، ص ۱۰۷، معارف السنن، ج ۴ ص ۲۶۴ درس ترمذی، ج ۲ ص ۲۲۴

⑤ ادلہ کاملہ، ص ۷۸

شیخ مقبل بن ہادی الیمنی رحمہ اللہ نے کہا:

[التقليد حرام،لا يجوز لمسلم أن يقلد في دين الله......][1]

''تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ اللہ کے دین میں تقلید کرے''۔

اور کہا:

[فالتقليد لا يجوز والذين يبيحون تقليد العامي للعالم نقول لهم:أين الدليل؟]

''یعنی تقلید جائز نہیں ہے اور جو لوگ عامی (جاہل) کیلئے عالم کی تقلید جائز قرار دیتے ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ (اس کی) دلیل کیا ہے؟ اور کہا:

[نصيحتي لطلبة العلم؛الابتعاد عن التقليد،قال الله سبحانه وتعالىٰ:﴿لا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾][2]

''میری طالب علموں کے لیۓ یہ نصیحت ہے کہ وہ تقلید سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چل''۔

⑦ اہلِ حدیث سے بغض:

دیوبندی حضرات اہلِ حدیث سے سخت بغض رکھتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اہلِ حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''اس لیۓ احتیاط یہی ہے کہ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے''۔[3]

اور اگر کوئی شخص اہلِ حدیث کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کے لیۓ تھانوی فتویٰ درجِ ذیل ہے:

---

① تحفۃ المجیب علی أسئلۃ الحاضر والغریب، ص ۲۰۵

② غارۃ الاشرطۃ علی أهل الجهل والسفسطہ، ص ۱۱، ۱۲

③ امداد الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۴۹

''نماز حسبِ قواعد فقہیہ صحیح ہوگی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔''①

اہلِ سنت کے ایک ثقہ امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۹ھ) نے اہلِ بدعت کی یہ (بڑی) نشانی بیان فرمائی ہے کہ وہ اہلِ حدیث سے بغض رکھتے ہیں۔②

حال ہی میں دیوبندیوں نے بٹگرام، صوبہ سرحد، پاکستان میں ایک (سلفی) اہلِ حدیث مسجد شہید کردی ہے، اس المناک سانحے پر حضرو کے دیوبندی حضرات خوشی مناتے ہوئے بیان جاری کرتے ہیں کہ:

''بٹگرام کی فضا کو خراب کرنے والے شرپسند ہیں۔ سرحد حکومت ایسے لوگوں کے خلاف کاروائی کرے۔ ایک حجرے کو عبادت گاہ کا درجہ دے کر علاقے کی فضاء کو فرقہ واریت سے لبریز کرنا سازش ہے...... کچھ لوگ بیرونی امداد اور اشاروں پر وہاں فرقہ واریت پھیلانا چاہتے ہیں اور غیر مقلدیت کے نام سے نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جارہی ہے......''③④

① امداد الفتاویٰ، ج ا ص ۲۵۳

② دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری، ص ۴ وعقیدۃ السلف للصابونی، ص ۱۰۲ وسندہ صحیح

③ بیان جاری کرنے والے چند علماء یہ ہیں: قاری عبدالرحمٰن، مولوی عبدالسلام، مولوی رشید احمد، مولوی فضل واحد، قاری چن محمد، مولوی عبدالخالق، وغیرھم دیکھئے: روزنامہ اسلام راولپنڈی، ج ا، شمارہ ۲۱۹، ۱۴/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۴ء

④ پرانے مسائل کو چھیڑ کر سلفی حضرات کو گالی گلوچ، رسائل وکتب کی تالیف وتوزیع اور مساجد تک کو جلانے اور گرانے کی یہ کاروائیاں پاکستان اور انڈیا میں احناف نے کی ہیں۔ پاکستان کے صوبہ سرحد ضلع مانسہرہ شہر بٹگرام کی مسجد عثمان بن عفان کو مقامی متعصب احناف نے آگ لگادی۔ یہ واقعہ ۲۰۰۴ء کا ہے اور اس مسجد کے متولی شیخ عمر خطاب الریاض میں موجود ہیں۔ ان سے تفصیلات معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اسلام آباد سے شائع ہونے والے ''سیاحۃ الامۃ'' نامی ماہنامہ (عربی) اور بعض دیگر اخبارات میں اس واقعہ کے بارے میں کئی صفحات میں رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ جلتی مسجد میں قرآن کے نسخے (مع اردو ترجمہ وتفسیر، احسن البیان) بھی جلنے لگے۔ بعض لوگوں کے توجہ دلانے پر کہا گیا کہ ''جلنے دو یہ سعودی قرآن ہے۔''......مزید اگلے صفحہ پر

اہلِ حدیث سے دیوبندیوں کا بُغض کسی حوالے کا محتاج نہیں ہے۔مداہنت والی پالیسی رکھنے والوں کو چاہیئے کہ عصرِ حاضر میں ماسٹر امین اوکاڑوی،ابوبکر غازیپوری،حبیب اللہ ڈیروی وغیرھم جیسے دیوبندیوں کی کتابیں دیکھیں جو کہ عام مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔کسی ایک کتاب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں،دیوبندیوں کے اسلاف نے اہلِ حدیث کے خلاف ''نظم المساجد باخراج الوھابیین من المساجد'' نامی رسالہ لکھ کر اہلِ حدیث کو مسجدوں میں نمازیں پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔﴿وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُّحِيطٌ﴾(البروج:۲۰) یہ کتاب ''نظم المساجد'' مطبوع ومتداول ہے۔

تنبیہ:

اہلِ الحدیث سے بغض اور کتاب وسنت میں تحریفات کرنے والے اور بھی بہت سے فرقے ہیں مثلاً مسعود احمد بی۔ایس۔سی (تکفیری) کی جماعت المسلمین،ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی برزخی (تکفیری) کی جماعت جدید خوارج اور موجودہ تکفیری جماعتیں وغیرہ،ان کا بھی وہی حکم ہے جو دوسری بدعتی جماعتوں کا ہے ان کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ان تمام گمراہ فرقوں سے براءت اور علیحدگی ضروری ہے۔

⑧ختمِ نبوت پر ڈاکہ:

اہلِ حدیث کو مسجدوں سے نکالنے والوں کا ختمِ نبوت کے بارے میں عجیب وغریب عقیدہ ہے۔علّامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی صلعم

......پچھلے صفحہ سے) اسی طرح آندھرا پردیش ہندوستان کے شہر گنٹور میں ابھی پچھلے ماہِ رمضان (۱۴۲۷ھ) میں سلفی خواتین نے اپنی ایک مسجد میں باجماعت تراویح کیلئے آنا شروع کیا،احناف نے روکنا چاہا،شور مچایا،سر پھوڑے اور مسجد کو گرا دیا گیا۔(ابوعدنان)

میں کوئی فرق نہ آئے گا۔“[1]

تنبیہ: اصولِ حدیث میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ نبی ﷺ پر پورا درود لکھنا چاہیئے صرف اشارہ کر دینا (مثلاً ص، صلعم) صحیح نہیں ہے۔[2]

قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا ہے:

”تو یہاں ختمِ نبوت کا یہ معنیٰ سن لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ نبوت مکمل ہو گئی وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع ہو گئی اور دنیا میں اندھیرا پھیل گیا۔“[3]

حالانکہ صحیح حدیث میں آیا ہے:

((اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ))[4]

”بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔“

رہا یہ کہنا کہ ”اندھیرا پھیل گیا“ تو یہ قاری طیب صاحب کی گپ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ دینِ اسلام کے ساتھ چاروں طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی ہے اور اب نہ کوئی رسول پیدا ہو گا اور نہ کوئی نبی۔ والحمدللہ

اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے بطورِ نشانی کے، آسمان سے نازل ہونا[5] اس سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ سے پہلے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق (شام) میں سفید منارے پر نازل

---

① تحذیر الناس، ص ۳۴

② دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح، ص ۲۰۸، ۲۰۹ وغیرہ۔

③ خطبات حکیم الاسلام، ج ۱، ص ۳۹

④ سنن الترمذی: ۲۲۷۲ وقال: صحیح غریب

⑤ کشف الاستار فی زوائد البزار ۱۴۲/۴ ح ۳۳۹۶ وسندہ صحیح

ہوں گے۔ نیز دیکھئے میری کتاب ''القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح''
یادرہے کہ کسی حدیث میں یہ بالکل نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پیدا ہوں گے۔ پیدا ہونے والی بات غیر مسلم قادیانیوں کی گپ ہے جس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

⑨ گمراہی کی طرف اعلانیہ دعوت:

دلائلِ مذکورہ اور دیگر دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دیوبندیت ایک گمراہ فرقہ ہے۔ سلفی علماء نے دیوبندیوں کا بدعتی ہونا دلائل وبراہین سے ثابت کیا ہے، دیکھئے:

①معجم البدع للشيخ رائد بن صبري بن أبي علفة، ص ٩٥ ② القول البليغ في التحذير من جماعت التبليغ للعلامه حمود التويجري ③جماعت التبليغ عقيدتها وأفكار مشائخها لمياں محمد أسلم ④ السراج المنير في تنبيه جماعة التبليغ على أخطاءهم للشيخ الدكتورمحمدتقي الدين الهلالي المراكشي ⑤ ونظره عابرة اعتبارية حول الجماعة التبليغية للشيخ سيف الرحمٰن الدهلوي ⑥المورد العذب الزلال فيها انتقد على بعض المناهج الدعوية من العقائد والأعمال للشيخ الامام أحمد بن يحي بن محمد النجمي ص ٢٤٢-٢٥٧ وعليه تقريظ الشيخ صالح بن فوزان الفوزان وتقريظ الشيخ ربيع بن هادي المدخلي ⑦ الجماعات الاسلامية في ضوء الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة ص ٣٣٥-٣٦٧ للشيخ أبي أسامة سليم بن عيد الهلالي.

درجِ ذیل کبار علماء نے دیوبندیوں وغیرہ کی جماعت کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا ہے:

١۔ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ ①

٢۔ شیخ الاسلام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ:

(قال في جماعة التبليغ وهى جماعة الديوبنديين عندهم خرافات عندهم بعض البدع والشركيات فلا يجوز الخروج

① الجماعات الاسلامیہ، ص ٣٧٧ والقول البلیغ، ص ٢٨٩ تا ٢٩٠

معهم الا انسان عنده علم يخرج لأن ينكر عليهم ويعلمهم) ①

''انہوں نے جماعتِ تبلیغ کے بارے میں فرمایا کہ: یہ دیوبندوں کی جماعت ہے۔ان میں بعض خرافات اور بعض بدعات وشرکیات پائی جاتی ہیں لہٰذا انکے ساتھ خروج جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو صاحبِ علم ہو اور وہ انکے نظریات کا رد کرنے اور انہیں تعلیم دینے کے لیۓ انکے ساتھ خروج کرے''۔

۳۔محدث العصر امام البانی رحمہ اللہ:

(قال؛ جماعة التبليغ لاتقوم على منهج كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلوٰة والسلام وما كان عليه سلفنا الصالح) ②

''انہوں نے لکھا ہے کہ: جماعتِ تبلیغ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر قائم نہیں اور نہ ہی ہمارے سلف صالحین کے طریقے پر ہے۔''

یہ چند حوالے بطورِ نمونہ لکھے ہیں ورنہ تمام کبار علماء ان دیوبندوں اور تبلیغیوں کی بدعت وگمراہی کی گواہی دیتے ہیں لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی فرقہ بدعتی ہے۔دیوبندی حضرات اپنے فرقے کی طرف لوگوں کو تحریراً،تقریراً اور تمام ممکنہ طریقوں سے دعوت دیتے ہیں۔بدعت کی طرف دعوت دینے والے شخص کی روایت اصلاً مردود ہوتی ہے۔ ③

تنبیہ:

زمانۂ تدوینِ حدیث کا وہ راوی جس کی جمہور محدثینِ کرام نے توثیق کی ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ④

---

① کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من اخطار،ص ۵۲ ② کشف الستار،ص ۶۲

③ دیکھئے: کتاب المجروحین لابن حبان،ج ۳ ص ۶۳،۶۴

④ نیز دیکھئے ''التنكيل بمافي تأنيب الكوثري من الاباطيل''،ج ۱،ص ۴۲-۵۲

چونکہ دیوبندی حضرات اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔لہٰذا اُصولِ حدیث کی رو سے ان کی روایت مردود ہے۔

⑩ انکارِ حدیث:

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اندھی تقلید کی وجہ سے دیوبندی حضرات (آلِ دیوبند) حدیثِ صحیح کا انکار کردیتے ہیں۔مفتی رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''رجوع الی الحدیث وظیفۂ مقلد نہیں''۔ ①

مولانا تقی عثمانی دیوبندی نے تقلیدِ شخصی پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے:

''اور اگر ایسے مقلد کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پا کر امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔'' ②

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک مقلد کا صرف یہ کام ہے کہ وہ حدیث کی طرف رجوع نہ کرے بلکہ صرف اپنے مزعوم امام کی طرف ہی رجوع کرے۔ورنہ حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں وہ ''گمراہ'' ہوجائے گا!(نعوذ باللہ)

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے''۔ ③

دیوبندیوں کے ہاں تقلید کی اس قدر اہمیت ہے کہ وہ تقلید کو کسی طور پر بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے چاہے قرآن وحدیث کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے جیسے مدتِ رضاعت میں وہ قرآنی حکم کے برخلاف ڈھائی سال کے قائل ہیں۔

---

① احسن الفتاویٰ، ج۳ ص۵۰ ② تقلید کی شرعی حیثیت، ص۸۷

③ ایضاح الادلہ، ص۲۷۶ طبع قدیم

⑪ نماز بھی خلافِ سنّت :

دیوبندیوں کی نماز سنّت کے مخالف ہوتی ہے مثلاً بھول جانے کی صورت میں ان کا امام صرف ایک طرف دائیں طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرتا ہے جس کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث، اجماع یا آثار سلف میں نہیں ہے۔ یہ لوگ نمازیں بھی انتہائی لیٹ کر کے پڑھتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ ہر دیوبندی مسجد میں کیا جا سکتا ہے۔

ایک صحیح حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر (صحیح العقیدہ) امراء (حکمران) نمازیں لیٹ کر کے پڑھیں تو اپنی نماز اول وقت میں پڑھ لینی چاہیئے۔ اور اسکے بعد اگر کوئی ان کے ساتھ نماز پائے تو دوبارہ نفل سمجھ کر پڑھ لے۔ ①

علاوہ ازیں ان کے آئمہ اتنی جلدی اور تیز نمازیں پڑھاتے ہیں کہ الامان والحفیظ، رکوع اور سجود میں تعدیلِ ارکان کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ نماز صرف ایک پریڈ معلوم ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں تراویح میں تو حد ہو جاتی ہے اور قراءت میں یعلمون تعلمون کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

⑫ قرآن وسنّت کی غلط تاویلیں اور تحریفات:

ہر سلفی العقیدہ آدمی جس کا دیوبندیوں سے ٹکراؤ ہے، اس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ یہ لوگ قرآن وسنّت کی غلط تاویلیں کرتے ہیں اور تحریفات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً آیت:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

"پس اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے"۔

سے یہ لوگ مذاہبِ اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید کا وجوب ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس آیتِ کریمہ سے سلف صالحین میں سے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا۔ اور نہ سوال کرنا تقلید کہلاتا ہے بلکہ اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ عدمِ علم کی حالت میں (بغیر تعینِ مذاہبِ

① دیکھئے صحیح مسلم کتاب المساجد، حدیث: ٦٤٨

اربعہ)علماء سے(کتاب وسنّت کا) مسئلہ پوچھا جائے۔

دیوبندیوں نے تاویلِ مذکور کے ساتھ عوام الناس کو صراط مستقیم سے ہٹا رکھا ہے۔

جو شخص یہ سمجھے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم میں سے ایک متعین کا قول ہی صحیح ہے۔اس کی اتباع کرنی چاہیئے دوسرے کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے ،ایسے شخص کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

(فمن فعل هذا كان جاهلاً ضالاً،بل قديكون كافراً،فانه متى اعتقد أنه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هو لاء الأئمة دون الامام الآخر فانه يجب أن يستتاب فان تاب والا قتل،بل غاية مايقول انه يسوغ أوينبغي أو يجب على العامي أن يقلد واحداً لا بعينه من غير تعين زيد ولا عمرو،وأما أن يقول قائل:انه يجب على العامة تقليد فلان أو فلان فهذا لا يقوله مسلم)[1]

''پس جو شخص ایسا کرے وہ جاہل وگمراہ ہے بلکہ بعض اوقات کافر ہو جاتا ہے۔کیونکہ جب وہ یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں پران (چار) اماموں میں سے ایک متعین امام کی اتباع واجب ہے دوسرے (کسی) امام کی نہیں تو یہ ضروری ہے کہ اسے توبہ کرائی جائے اگر کرلے تو بہتر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عامی کے لیئے زید وعمرو کے تعین کے بغیر کسی ایک غیر متعین کی تقلید[2] جائز، بہتر یا واجب ہے۔رہا یہ کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے:عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے تو اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے''۔

---

① مجموع فتاویٰ، ج۲۲ص ۲۴۹

② تقلید کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ عامی کے لیئے بھی تقلید جائز نہیں ہے۔عامی پر یہ واجب ہے کہ وہ صحیح العقیدہ علماء سے قرآن وسنّت پوچھ کراس پر عمل کرے۔قرآن وحدیث پوچھنا اوراس پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع واقتداء کہلاتا ہے۔

شیخ الاسلام کی اس تحقیق کے سراسر برعکس دیوبندیوں کا یہ نعرہ ہے کہ:

(یجب علی العامة تقلید أبي حنیفة)

''عوام پر ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے''۔

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے تقلید کا وجوب ثابت کرنے کی کوشش میں قرآنِ کریم میں تحریف کردی ہے۔ موصوف مذکور اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾(النسآء: ۵۹)

[[والی اولی الامر منکم]] ①

[[والی اولی الامر منکم]] کے اضافے کے ساتھ یہ ''آیت'' پورے قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے۔

یہ اضافہ مولانا محمود الحسن دیوبندی صاحب نے تقلید کو واجب قرار دینے کے لیئے گھڑا ہے۔

دیوبندیوں کی اس تحریف کے رد کیلیئے دیکھئے الشیخ حمود بن عبداللہ التویجری کی ''القول البلیغ فی التحذیر من جماعة التبلیغ'' ص ۱۱۹، ۱۴۰

نیز دیکھئے ہمارے شیخ سید بدیع الدین الراشدی کی کتاب ''الطوام المرعشة في تحریفات أهل الرأی المدهشة''

ان سطورِ سابقہ سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حضرات: اہلِ بدعت ہیں اور جہمیہ کی طرح ان کی بدعت شدید اور خطرناک ہے لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اہلِ حدیث: سلفی علماء کی یہی تحقیق ہے۔ ہمارے شیخ سید بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر ایک رسالہ ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیئے'' ② لکھا ہے۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ اور شیخنا

---

① ایضاح الادلہ، ص ۹۷ طبع ۱۳۳۰ھ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند باہتمام حبیب الرحمٰن

② یہی رسالہ اس کتاب کے شروع میں ہے۔

ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی الوزیر آبادی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی کا بھی یہی موقف ہے۔ جن علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان تک دیوبندیوں کے عقائد مذکورہ نہیں پہنچے ہیں یا انہیں اس مسئلہ پر تحقیق کا موقع نہیں ملا۔ دیگر تفاصیل کے لیئے دیکھیئے میری کتاب ''اکاذیبِ آلِ دیوبند''

آج کل دیوبندیوں کے علماء اور عوام عقائدِ دیوبند پر اس قدر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں کہ وہ سمجھانے کے باوجود بھی ان باطل عقائد و نظریات کو ترک کرنے کے لئے کسی طور پر تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ علماء نے جو لکھا ہے درست ہی لکھا ہے۔

اثنا عشری جعفری شیعہ حضرات: تحریفِ قرآن، تکفیرِ صحابہ وغیرہما باطل عقائد رکھتے ہیں مگر ان کے بعض حضرات تقیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں۔ علمائے اسلام انہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر تمہارے یہ عقائد نہیں ہیں تو ان عقائد رکھنے والے فلاں فلاں شخص کی تکفیر کرو۔ وہ اس تکفیر کے لیئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح بعض چالاک دیوبندی اپنے اکابر کے مشرکانہ عقائد کے بارے میں تقیہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں اور ہم صرف قرآن وحدیث ہی مانتے ہیں۔ انہیں علمائے اہلِ سنّت (اہلِ حدیث) کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنے ان اکابر سے براءت کا اعلان کرو جن کی کتابوں میں یہ عقائدِ مذکورہ درج ہیں۔ اور ان کے شرک و بدعت کا اعلانیہ اعتراف کرو۔ مگر ایسا اعتراض اور اعلانِ براءت وہ کبھی نہیں کرتے بلکہ پکے اکابر پرست ہیں لہٰذا جب تک وہ اپنے ان اکابر سے صریح براءت نہ کریں ان کا وہی حکم ہے جو ان کے اکابر کا ہے۔

تنبیہ:

بعض شر پسند لوگ، اہلِ حدیث سلفیوں کے خلاف علاّمہ وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن وغیرھم کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب اعلانیہ لکھتے ہیں:

''کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو''۔ ①

جب تمام اہلِ حدیث علماء وعوام نے ان کتابوں کو ردّ کر دیا ہے تو ان کتابوں کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا باطل بلکہ ابطل الاباطیل ہے۔

محمد عبدالحلیم چشتی کی کتاب ''حیاتِ وحید الزمان'' کی ایک عبارت کا یہ خلاصہ ہے کہ اہلِ حدیث کا ایک بڑا گروہ مثلاً محدّث شمس الحق عظیم آبادی، محمد حسین لاہوری، عبداللہ غازی پوری، فقیر اللہ پنجابی وغیرہم وحید الزمان حیدر آبادی سے ناراض اور بددل ہو گئے تھے۔ ②

اہلِ حدیث کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع حجت ہے اور مسائل کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھنا اور ماننا چاہیئے۔ اہلِ حدیث کے خلاف صرف وہی بات پیش کی جا سکتی ہے جو:

(۱) کتاب وسنت واجماع اور فہم سلف صالحین کے خلاف نہ ہو۔

(۲) جس پر تمام اہلِ حدیث کا اجماع ہو۔ بعض اشخاص کی شاذ آراء نہ ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی

۲۲/محرم ۱۴۲۵ھ

① مجموعہ رسائل، ج ۱ ص ۲۲ تحقیق مسئلہ تقلید، ص ۶

② دیکھئے: حیاتِ وحید الزمان، ص ۱۰۱

امام ابوحنیفہؒ اور ہیں ؛ مروّجہ فقہ حنفی کچھ اور

❁ اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل کرے تمام اماموں پر کہ انہوں نے کتنی ہی حق باتیں کہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:(حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ) ''میرے قول پر کسی کا فتویٰ دینا حرام ہے جبکہ اسے میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔'' (المیزان للشعرانی)

❁ دوسری جگہ فرماتے ہیں:''جب میرا قول قرآن کے خلاف ہوتو اسے چھوڑ دو۔لوگوں نے پوچھا: جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ امام صاحبؒ نے فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو۔ پھر پوچھا: جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمان کے خلاف ہوتو؟ کہا: تب بھی چھوڑ دو۔'' (عقدالجید ،ص۵۳)

❁ آپ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا ہے:''جب دیکھو کہ ہمارا قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو قرآن وحدیث پر عمل کرواور ہمارے قول کو دیوار پردے مارو۔'' (المیز ان للشعرانی،عقدالجید ،ص۵۳)

❁ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے،فرماتے ہیں:(اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ)(عقدالجید) ''جب صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''
آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:''جو حدیث سے ثابت ہو وہ سرآنکھوں پر۔'' (ظفرالامانی)

❁ آپؒ نے یہ بھی فرمایا ہے:''میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالکؒ کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔اور احکامِ دین وہاں سے لینا جہاں سے انھوں نے لیئے ہیں''۔ (تحفۃ الاخیار فی حیات الابرار)

ان اقوال سے یہ بات روزِروشن کی طرح واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ ومذہب قرآن وحدیث ہے، جو مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو وہ قابلِ عمل ہے۔اس کے علاوہ فرمایا کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ ہی بغیر دلیل کے میری باتوں کو ماننا،صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنا۔امام موصوف نے کتنی حق بات کہی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھردے۔

لیکن افسوس آج کے حنفی حضرات ''ترکِ تقلید کفرہے'' کا نعرہ لگارہے ہیں۔ان کا نظریہ امام صاحبؒ کے بالکل برعکس ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔آمین

Published By
توحید پبلیکیشنز
Tawheed Publications
#43,S.R.K.Garden,Bangalore-41
Email: tawheed_pbs@hotmail.com
URDU
28